الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

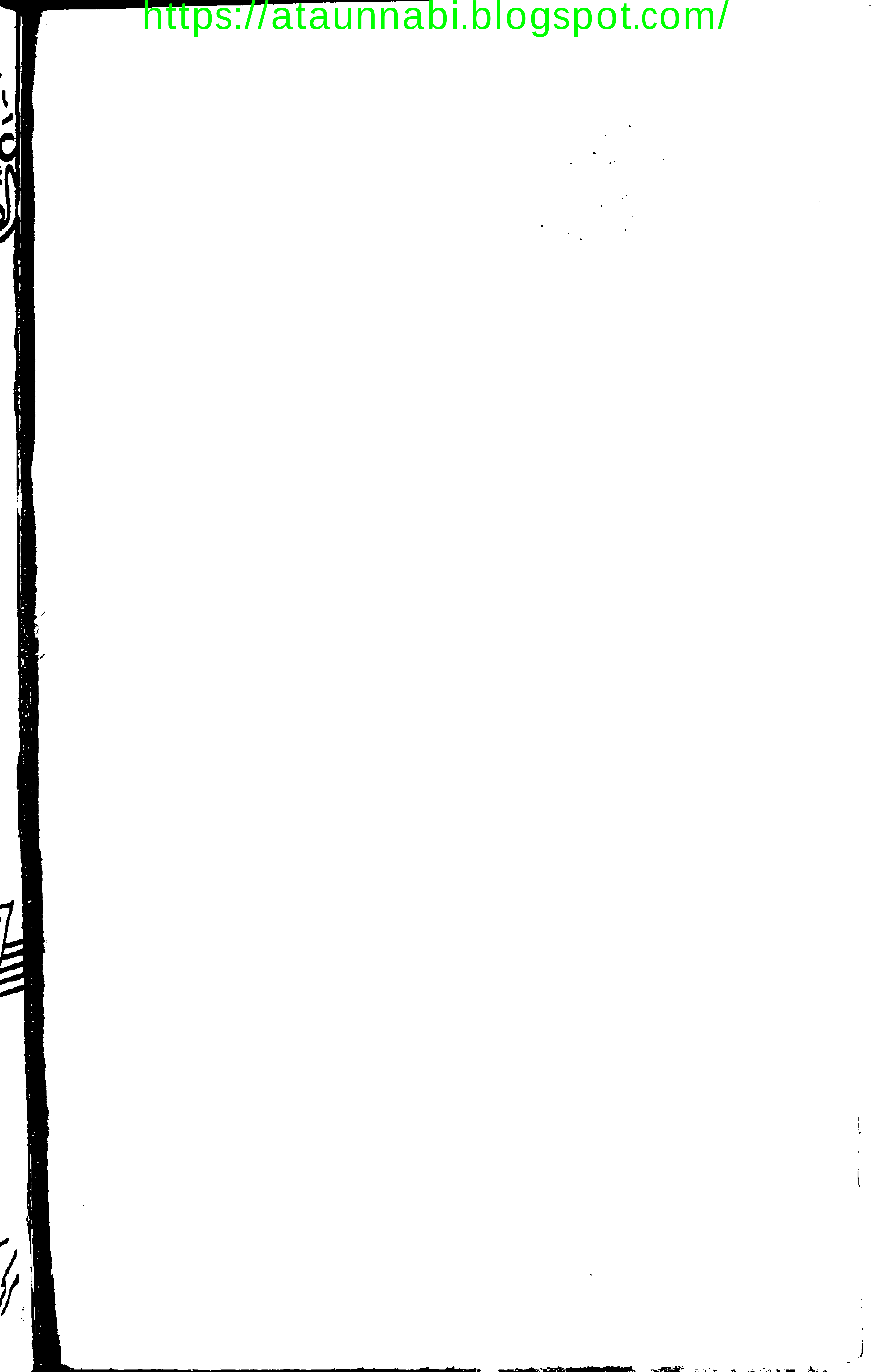


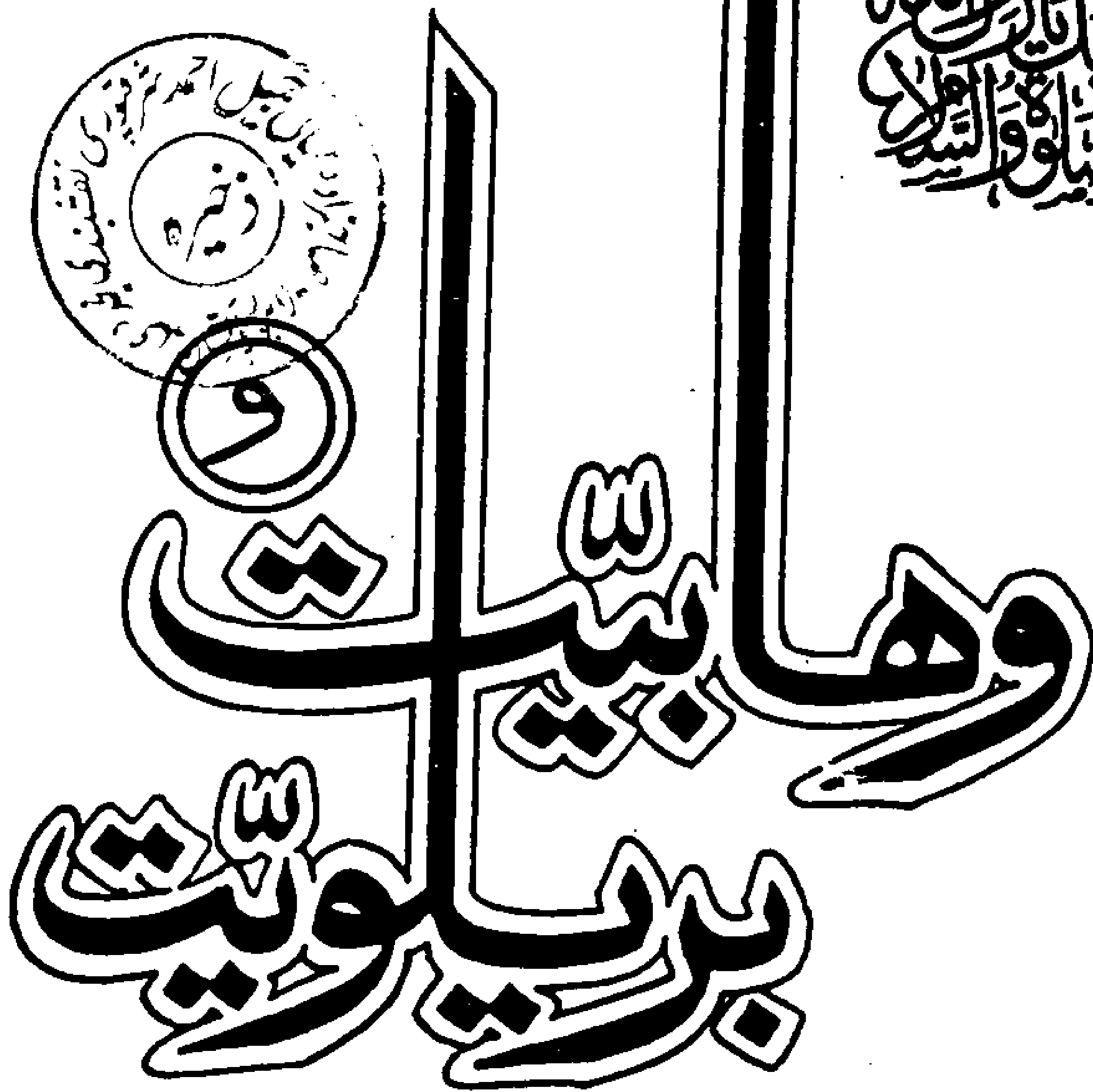
وہابیت و بریلویت

محمد سعید احمد اسعد

ناشر: پاکستان سُنّی اتحاد

مرکزی دفتر: جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد فون ۶۱۱۴۹۴





محمد سعید احمد اسعد

ناشر:- پاکستان سنی اتحاد

مرکزی دفتر:- جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد فون ۶۱۱۲۹۴



نام کتاب ——— وہابیت و بریلویت

مصنف ——— محمد سعید احمد اسعدؔ

تعداد ——— بائیس سو (۲۲۰۰)

ناشر ——— مرکزی دفتر پاکستان سُنّی اتحاد

قیمت ——— ۴۰/- روپے

ملنے کے پتے

مرکزی دفتر جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

بخاری کتب خانہ صابری مسجد ڈگلس پورہ گلی نمبر ۱ فیصل آباد

مکتبہ سلطانیہ محمد پورہ فیصل آباد

مکتبہ صبح نور ستیانہ روڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

فہرست مضامین

عرض ناشر

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔۔ امابعد

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد سعید احمد اسعد دامت برکاتہم العالیۃ احسان الہیٰ ظہیر کی رسوائے زمانہ کتاب "البریلویہ" کا مفصل جواب الوہابیہ کے نام سے تحریر فرما رہے ہیں۔ "الوہابیہ" کے پہلے تین باب الگ اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لئے ان کو الگ بھی "وھابیت و بریلویت" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس سلسلہ کو پسند فرمائیں گے۔

کسی بھی غلطی سے مطلع کرنے والے دوست کا پیشگی شکریہ۔

مشتاق احمد ہاشمی ایم۔اے
جامعہ امینیہ رضویہ
فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا سچا دین لیکر اس دنیا میں مبعوث ہوئے جن خوش قسمت افراد نے اس پیغام کو قبول کیا وہ مسلمان کہلائے اور جو لوگ اس پیغام کے مدمقابل ہوئے وہ کفار کہلائے۔ چند ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جن کی زبانوں پر تو کلمہ طیبہ موجود ہے لیکن ان کے دل سرور کونین محبوب رب المشرقین والمغربین کے بغض اور عناد سے بھرے ہوئے ہیں وہ خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کے کمالات عالیہ میں نقص تلاش کرتے رہتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے حق میں یہ گروہ کھلے کفار کے مقابلہ میں زیادہ خطرناک ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ عامۃ المسلمین ان کے چہروں پر داڑھی دیکھ کر ان کو منبر رسول پر بیٹھا دیکھ کر ان کی خرافات کو بھی عین اسلام سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک فرقہ کا نام "وھابی فرقہ" ہے۔

چند سال قبل اسی وھابی فرقہ کے ایک لیڈر احسان الہیٰ ظہیر نے عرب ریاستوں سے مال بٹورنے کیلئے اور عامۃ المسلمین کو گمراہ کرنے کیلئے ہم اہل سنت وجماعت کے خلاف ایک کتاب "البریلویہ" نام سے تحریر کی۔ جس میں اس نے جی بھر کر کذب وافتراء کا مظاہرہ کیا جب یہ کتاب چھپ کر معرض وجود میں آئی تو حضرت مولانا علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے اس کا جواب شائع کرایا جس کا نام "اندھیرے سے اجالے" تک رکھا گیا۔

لیکن آجکل پھر "وھابی فرقہ" کے سرکردہ حضرات نے "البریلویۃ" کتاب کی شان میں قصائد پڑھنے شروع کئے ہیں اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ظہیر کی کتاب کا جواب ممکن ہی نہیں ہے۔ حالانکہ علامہ شرف قادری اس کا جواب شائع کر چکے ہیں جس کا جواب الجواب وہابی فرقہ ابھی تک شائع نہ کر سکا ہے۔ میں نے بھی اس نیت سے البریلویۃ کا جواب لکھنا شروع کیا ہے کہ محبوبان خدا کیلئے دفاع کرنے والوں میں میرا بھی نام شامل ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

محمد سعید احمد اسعد۔ غفرلہ الاحد

۱۸۔ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ بوقت ۳۰:۲ بجے شب

ظہیر نے اپنی کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے

۱- بریلویت، تاریخ و بانی

۲- بریلوی عقائد

۳- بریلوی تعلیمات

۴- بریلویت اور تکفیری فتوے

۵- افسانوی حکایات

ہم اپنی کتاب "الوہابیہ" کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کریں گے۔

۱- وہابیت- تاریخ و بانی

۲- بریلویت کیا ہے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں کسی نئے مذہب کے بانی ہیں؟

۳- وہابی عقائد

۴- بریلوی عقائد--- کتاب و سنت کی روشنی میں

۵- بریلوی تعلیمات--- کتاب و سنت کی روشنی میں

۶- وہابیت--- شرک سازی کی مشین

۷- فاضل بریلوی کے تکفیری فتاویٰ--- عشق مصطفوی کا شاہکار

۸- وہابیت اور انگریز نوازی

۹- چند دلچسپ حکایات

۱۰- ظہیر کے جھوٹ

تلک عشرة كاملة

باب اول

وہابیت۔۔۔ تاریخ اور بانی

"وہابی مذہب" محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے۔ اسی لئے وہابیت اور نجدیت کو ایک ہی چیز شمار کیا جاتا ہے۔ یہ نجدیت ابلیس کو محبوب ہے اور رحمت کائنات ﷺ کو مبغوض۔۔۔ چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کی تیاری فرما رہے تھے تو اسی وقت کفار مکہ بھی "دارالندوہ" میں سرکار دو عالم ﷺ کی مخالفت میں میٹنگ میں مصروف تھے۔ ابلیس لعین بھی ابوجہل وغیرہ کی میٹنگ میں شیخ نجدی کی شکل و صورت اختیار کئے ہوئے موجود تھا۔

شارح بخاری حضرت امام قسطلانی اسی بات کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

ومعهم ابليس فى صورة شيخ نجدى

(المواهب اللدنيه مع زرقانى۔ ج۱ ص۳۲۱)

ترجمہ: ان کفار کے ساتھ ابلیس بھی شیخ نجدی کی شکل و صورت میں موجود تھا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

ابلیس لعین نیز قرین حال ایشان شد و بصورت پیری نجدی آمده۔

(مدارج النبوت۔ ج۲ ص۵۶)

ترجمہ: ابلیس لعین بھی ان کافروں کی مشاورت میں شریک ہو گیا جو کہ ایک بوڑھے نجدی کی صورت میں آیا تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

فاعترضهم ابليس لعنه الله فى صورة شيخ جليل عليه بت له فوقف على باب الدار فلما راوه واقفاً على بابها قالوا من الشيخ؟ قال شيخ من

اہل نجد۔

(البدایہ و النہایہ ج۳ ص۱۷۲)

ترجمہ:۔ ابلیس لعین بھی ایک موٹا کپڑا اوڑھے ہوئے اپنے آپ کو محترم شخصیت بنائے ہوئے دروازہ پر آن کھڑا ہوا۔ کفار مکہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ بولا میں اہل نجد میں سے ہوں یہی عبادت محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے عبداللہ نجدی نے بھی نقل کی ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص۱۶۳)

امام بیہقی فرماتے ہیں

فقالوا من انت قال انا رجل من اہل نجد۔

(دلائل النبوۃ ج۲ ص۲۰۲)

ترجمہ: کافروں نے پوچھا تو کون ہے؟ وہ بولا میں نجد کا باشندہ ہوں۔

ہندوستانی وہابیوں، نجدیوں کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھی لکھتے ہیں۔

غرضیکہ جب مشورے کے لئے بیٹھے ابلیس صورت میں ایک شیخ نجدی کے ظاہر ہوا۔

(الشمامۃ العنبریہ ص۳۰)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیطان ملعون عظمت مصطفیٰ ﷺ کے خاتمہ کے لئے ابوجہل والی میٹنگ میں شریک ہوا ابلیس کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ ہر کسی کی شکل و صورت اختیار کر سکتا ہے۔ تو اس موقع پر "نجدی" کی شکل اس نے کسی مناسبت ہی کی وجہ سے اختیار کی۔

امام سہیلی فرماتے ہیں۔

تمثل نجدیا و ذاک ان نجدا منہا یطلع قرن الشیطان۔ (الروض الانف ص۲۹۱)

ترجمہ: ابلیس نجدی کی صورت میں اس لئے آیا کہ وہیں سے شیطان کے سینگ نے نکلنا تھا۔

دلیل ۲:- ایک مرتبہ عامر بن مالک ابو براء نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی- لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ رد کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند اصحاب اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں گے- آپ نے فرمایا مجھ کو اہل نجد سے اندیشہ اور خطرہ ہے- ابو براء نے کہا میں ضامن ہوں- رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ کو جو قراء کہلاتے تھے- اس کے ہمراہ کر دیئے- (سیرۃ المصطفےٰ از مولانا ادریس کاندھلوی ج ۲ ص ۲۶۷)

امام قسطلانی، حافظ ابن کثیر اور ابن ہشام نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں-

انی اخشیٰ علیھم اھل نجد

مجھے نجدیوں سے ان مبلغین کے متعلق خوف ہے-

(مواھب اللدنیہ مع زرقانی ج ۲ ص ۷۵- البدایۃ والنھایۃ ج ۴ ص ۷۴- سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۷۴)

مندرجہ بالا حوالات جات کو غور سے، ٹھنڈے دل سے پڑھیئے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ نجدی ایسے بد بخت لوگ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مبلغین پر ان سے اندیشہ اور خطرہ کا اظہار فرماتے ہیں- اور نبی مکرم ﷺ کی یہ بات درست بھی ثابت ہوئی کہ یہ قراء شہید بھی ہو گئے-

(نوٹ):- وہابیہ نجدیہ اسی واقعہ کو پیش کر کے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ علم نہ تھا کہ ان صحابہ کو شہید کر دیا جائے گا اگر علم ہوتا تو رسول اکرم ﷺ ہرگز ہرگز ان صحابہ کو تبلیغ کیلئے روانہ نہ فرماتے- اگر آپ ﷺ کو یہ علم تھا کہ ان مبلغین صحابہ کے ساتھ دھوکا ہو گا- اور علم کے باوجود آپ نے صحابہ کو روانہ فرمایا تو ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا خون نبی اکرم ﷺ کے ذمہ لازم آئے گا- اس لئے نبی اکرم ﷺ کے لئے علم غیب کی

عطا کا دعویٰ غلط ہے۔

(جواب) مسئلہ علم غیب کی تفصیلی بحث تو انشاء اللہ العزیز باب نمبر ۴ میں آئے گی سر دست اس سوال کے جواب سے پہلے دو اصولی باتیں ذہن نشین فرما لیجئے۔

۱۔ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک کسی بھی مخلوق کو خواہ وہ محبوب خدا ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔ خداوند قدوس کی عطا اور بخشش کے بغیر نہ تو ایک ذرہ کا علم حاصل ہے اور نہ ہی قدرت و طاقت۔

بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا علم عطائی ہے ذاتی ہر گز ہر گز نہیں۔

۲۔ یہ کل عطائی علم غیب بھی نبی اکرم ﷺ کیلئے ہم ابتداء سے ہی ثابت نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا علم غیب قرآن حکیم کے نزول کے ضمن میں مکمل ہوا۔ جوں جوں قرآن حکیم نازل ہوتا گیا آپ کے علم مبارک میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور جب قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ نازل ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ کو کل مخلوق کا علم عطا ہو گیا۔

یہاں دو باتوں کو مزید ذہن نشین کر لیجئے۔

۱۔ سرکار دو عالم ﷺ کا یہ علم مبارک صرف مخلوق کے اعتبار سے کل ہے خالق کے اعتبار سے بعض اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے علم کو تو ہم یہ نسبت بھی نہیں دیتے کہ "اللہ تعالیٰ کا علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور اس کے مقابلہ میں نبی اکرم ﷺ کا علم مبارک محض ایک قطرہ"

۲۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی توجہ کسی امر کی طرف نہ ہو۔

آپ نے اگر ان اصولی باتوں کو ذہن نشین فرما لیا ہے تو آپ پر یہ بات بھی خود بخود واضح ہو گئی ہو گی کہ قرآن حکیم کا نزول مکمل ہونے سے پہلے کی کوئی بات بھی علم مصطفےٰ علیہ السلام کی نفی میں ہمارے سامنے پیش نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ علم کلی، علم ما کان وما یکون کا

دعویٰ قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ کے نزول کے بعد کا ہے پہلے کا نہیں۔

اب اس واقعہ کے متعلق ہماری گذارشات کو توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ العزیز آپ کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو اس ماجرا کی بھی پہلے ہی خبر تھی۔

ان صحابہ کرام کو روانہ کرنے سے پہلے سرکار دو عالم ﷺ کا "انی اخشیٰ اہل نجد علیھم" کہ ان صحابہ پر مجھے نجدی ٹولہ کا خوف اور اندیشہ ہے" اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو علم تھا۔

رہا یہ شبہ کہ اگر پہلے ہی علم تھا تو اس قتل کے ذمہ دار، نبی اکرم ﷺ ٹھہریں گے۔ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر زائل ہو جاتا ہے۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق ارشاد ربانی ہے

وما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ

نبی اکرم ﷺ تو اپنی مرضی سے کلام تک نہیں فرماتے۔ وہ تو حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان قراء کو نبی اکرم ﷺ نے تو وحی الہیٰ کے مطابق روانہ فرمایا تھا اس لئے یہ الزام اگر عائد ہوتا ہے تو وہ مصطفی ﷺ کی بجائے خداوند قدوس پر عائد ہو گا کہ اس نے اپنے ازلی علم کے باوجود یہ قراء نجدی ٹولہ کی طرف روانہ کرنے کا آرڈر کیوں جاری فرمایا۔

۲۔ اگر سرکار دو عالم ﷺ ابو براء کی ضمانت کے باوجود یہ مبلغین روانہ نہ فرماتے تو کل قیامت کے روز یہ نجدی ٹولہ بارگاہ خداوندی میں عذر پیش کر سکتا تھا کہ رب العالمین اگر ہمارے پاس تیرا صحیح، سچا پیغام پہنچ جاتا تو ہم ضرور سچا ایمان لے آتے لیکن تیرے محبوب نے تو ضمانت کے باوجود ہمارے پاس مبلغین بھیجنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے ہم جو ایمان

قبول نہ کرسکے اس میں قصور ہمارا نہیں ہے بلکہ تیرے نبی کا ہے۔ (معاذاللہ)

۳۔ شہادت تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسی لئے جب ان مبلغین میں سے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے نیزہ مارا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ مجھے رب کعبہ کی قسم میں کامیاب و کامران ہو گیا۔

(زرقانی علی المواھب ج ۲ ص ۷۶)

۴۔ اگر وہابیوں کی یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ علم کے باوجود مبلغین کو خطرناک مقامات پر بھیجنے والے کے ذمہ فرد جرم عائد ہوتی ہے تو خداوند قدوس نے بھی تو انبیاء کرام تبلیغ کے لئے روانہ فرمائے جن کو یہودیوں نے قتل کر دیا تھا۔ قرآن حکیم بھی ارشاد فرماتا ہے

ویقتلون النبیین بغیر الحق

تو لازم آئے گا کہ

الف۔ خداوند قدوس کو ان انبیاء کرام کی شہادت کا پہلے علم نہ تھا۔ اگر علم ہوتا تو خداوند قدوس اپنے نبیوں کو ہرگز تبلیغ کے لئے روانہ نہ فرماتا۔

ب۔ اگر خدا کو پہلے علم تھا تو ان انبیاء کرام علیہم السلام کے قتل کا الزام خداوند قدوس پر عائد ہوتا ہے۔

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

دلیل نمبر۳:۔ عن ابن عمر قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا و فی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ و فی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطن۔

(بخاری شریف ج۲ ص۱۰۵۱۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۸۲)

ترجمہ:۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے علاقہ نجد کے متعلق بھی دعا فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے پھر یہی دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے پھر عرض کی یارسول اللہ ہمارے نجد کیلئے دعا فرما دیجئے میں سمجھتا ہوں کہ جب تیسری مرتبہ لوگوں نے عرض کیا (کہ نجد کیلئے بھی دعا فرمایئے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہیں تو زلزلے آئیں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث سے بھی صراحتاً معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی نگاہ اقدس میں "نجد" کا علاقہ اتنا مبغوض تھا کہ لوگوں کے بار بار اصرار کے باوجود اس کیلئے دعاء رحمت نہیں فرمائی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے خداداد علم غیب سے اس فتنہ کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اسی حدیث کی شرح میں مشہور وہابی عالم وحید الزمان نے ایک عجیب موقف اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نجد سے مراد وہ ملک ہے عراق کا جو بلندی پر واقع ہے آنحضرت ﷺ نے اس کیلئے دعا نہیں فرمائی کیونکہ ادھر سے بڑی بڑی آفتوں کا ظہور ہونے والا تھا امام حسین علیہ السلام بھی اسی سرزمین میں شہید ہوئے۔ کوفہ، بابل وغیرہ یہ سب نجد میں داخل ہیں۔ بعضے بیوقوفوں نے نجد کے فتنے سے محمد بن عبدالوہاب کا نکلنا مراد رکھا ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ محمد بن عبدالوہاب تو مسلمان اور موحد تھے وہ تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی طرف بلاتے تھے اور شرک و بدعت سے منع کرتے تھے ان کا نکلنا تو رحمت تھا نہ فتنہ۔

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۱۵۶ مطبوعہ تاج کمپنی)

مندرجہ بالا اقتباس کو ایک بار پھر پڑھیئے تو آپ پر چند چیزیں واضح ہوں گی کہ وہابیہ

کے نزدیک

۱۔ نجد کا علاقہ واقعی نبی اکرم ﷺ کے نزدیک مبغوض ہے۔

۲۔ نجد سے مراد عراق ہے نہ کہ محمد بن عبدالوہاب کا علاقہ۔

۳۔ نجد سے مراد عراق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں شہید ہوئے۔

۴۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نہ تھا اور نہ ہی اس کا نکلنا فتنہ تھا بلکہ اس کا نکلنا رحمت الہیٰ تھا۔

وھابیہ کا عراق کو نجد قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ آج بھی مملکتہ سعودیہ میں نجد نام کا علاقہ موجود ہے اور وہاں کے لوگ اپنے آپ کو بڑے دھڑلے سے نجدی کہتے ہیں۔ جس کے شاہد سعودی عرب میں کام کرنے والے ہزاروں پاکستانی بھی ہیں۔ نجدی بڑے فخر سے کہتا ہے انا نجدی، ھو حجازی۔

۱۳۹۸ھ میں موجودہ فرمانروائے مملکت سعودیہ شاہ فہد بن عبدالعزیز ولی عہد تھے۔ ان کے حکم سے فتاویٰ ابن تیمیہ شائع ہوا اس کے سرورق کا فوٹو ملاحظہ ہو اس کے جامع اور مرتب کا نام صاف طور پر یوں لکھا ہوا ہے۔

عبدالرحمن بن محمد بن قاسم العاصیی النجدی

مجموع فتاوى

شيخ الإسلام أحمد بن تيمية

طيب الله ثراه

جمع وترتيب الفقير إلى الله

عبد الرحمن بن محمد بن قاسم العاصمي النجدي الحنبلي رحمه الله

وساعده ابنه محمد وفقه الله

المجلد الأول

طبع بأمر

صاحب السمو الملكي ولي العهد المعظم

فهد بن عبد العزيز آل سعود

تصوير الطبعة الأولى

١٣٩٨ هـ

اگر نجد سے مراد عراق ہے تو فتاوی ابن تیمیہ کا مرتب و جامع "نجدی" کیسے ہو گیا۔

پھر اسی مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ جلد ۱، مقدمہ کے صفحہ ب پر "فتاوی علماء نجد" کا تذکرہ بھی موجود ہے اور صفحہ ج پر "نجد" کی تعریف میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی موجود ہیں

وكانت نجد، ولا زالت بحمدالله۔ اسعد الاقاليم بالانتفاع بمؤلفات شيخ الاسلام، و تداولها، وتدريسها

وھابی علماء سے سوال ہے کہ "فتاوی علماء نجد" کیا علماء عراق کے فتاوی کا مجموعہ ہے یا سعودی عرب کے علماء کا اور نجد کے حق میں یہ تعریفی کلمات کیا عراق کے کسی صوبہ کے حق میں ہیں یا سعودی عرب کے

۱۴۰۹ھ میں سعودی دارالحکومت سے ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام "مجموعہ الرسائل والسائل النجدیہ" (لبعض علماء نجد الاعلام)

اس کتاب میں محمد بن عبدالوھاب نجدی اس کے بیٹوں، پوتوں اور دیگر نجدی علماء کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں۔

ہم پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا یہ نجدی علماء عراق سے تعلق رکھنے والے ہیں یا وہاں سے جہاں آج سعودی حکومت موجود ہے۔ اس کتاب کے ٹائیٹل پیج کا فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

مجموعة
الرسائل والمسائل النجدية

لبعض علماء نجد الأعلام

أشرف على إعادة طبعه
الفقير إلى ربه القدير
عبدالسلام بن برجس بن ناصر آل عبدالكريم

الجزء الأول

دار العاصمة
الرياض

وھابیہ کا عراق کو نجد قرار دینا اس لئے بھی غلط ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل عراق کیلئے حج کا میقات "ذات عرق" مقرر فرمایا۔

(دار قطنی ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ لاہور)

جب کہ اہل نجد کیلئے "قرن منازل" مقرر فرمایا۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۰۶)

معلوم ہوا کہ "نجد" الگ علاقہ ہے اور "عراق" الگ۔ ایک اور وھابی عالم "مسعود عالم ندوی" اپنی کتاب محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح "میں لکھتے ہیں۔

عرب کے مختلف حصوں اور خاص کر "نجد" کا جغرافیہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔ ہمارے ہاں جیسی صوبہ اور ضلع وار مرتب تقسیم ان کے ہاں نہیں ہے اور نہ موجودہ دور سے پہلے کوئی قابل ذکر سیاسی وحدت تھی، مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ نجد کے تین بڑے حصے ہیں۔

۱۔ شمالی مشرقی حصہ جس کا نام شمر ہے۔ اس کے مشہور شہر حائل اور القصر ہیں۔

۲۔ شمالی مشرقی حصہ جس کا نام القصیم ہے اس کے مشہور مقامات عنیزہ اور بریدہ ہیں۔

۳۔ جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے۔ اس کا مشہور شہر "ریاض" ہے جو آج سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے۔ عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اور اس کے گردو نواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام (محمد بن عبد الوہاب) کی جائے پیدائش عینیہ اور دعوت کا مرکز درعیہ دونوں اسی وادی میں واقع ہیں جو نجد کے قلب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (محمد بن عبد الوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح ص ۲۷-۲۸ مطبوعہ فیصل اکیڈمی لائلپور)

۱۔ نجد الگ علاقہ ہے اور معلوم ہوا عراق الگ۔

۲۔ مسیلمہ کذاب اور محمد بن عبد الوہاب نجدی دونوں ایک ہی علاقہ کی پیداوار ہیں۔

علامہ وحید الزمان کا یہ کہنا کہ چونکہ سیدنا امام حسین سرزمین عراق میں شہید کئے گئے

تھے اس لئے یہی جگہ نجد ہے۔ انتہائی مضحکہ خیز ہے چلیئے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تو سرزمین عراق میں ظلماً شہید ہوئے لیکن داماد نبی، امیر المومنین سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ خود مدینہ منورہ میں شہید ہوئے ہیں تو کیا اب معاذاللہ مدینہ منورہ کو بھی وہابی علماء نجد قرار دیں گے؟

الیس منکم رجل رشید

محمد بن عبدالوہاب نجدی کو وحیدالزمان نے فتنہ کی بجائے رحمت قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق ہم اپنے تاثرات کی بجائے دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین "حسین احمد صاحب مدنی" کے تاثرات پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہم پر جانبداری کا الزام نہ عائد کیا جاسکے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت وجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الی سل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ

سے رکھتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۲ مطبوعہ اعزازیہ دیوبند)

محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۳)

نواب صدیق حسن خاں پاک و ہند کے وہابیوں کے سرخیل ہیں وہ بھی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مذکورہ تاثرات کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے وہابیہ کس منہ سے نجدی کو رحمت قرار دیتے ہیں کیا وہابیوں کو مدینہ منورہ کے متعلق احادیث مبارکہ یاد نہیں ہیں۔

۱۔ حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے

لایرید احد اہل المدینة بسوء الا اذابہ اللہ فی النار کما ذوب الرصاص اوذوب الملح فی الماء۔

(راحت القلوب ترجمہ جذب القلوب ص۲۱۔ مسلم شریف ج۱ ص۴۴۱)

ترجمہ:۔ جو شخص کہ اہل مدینہ سے بدی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے رانگ یا جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

۲۔ روی الطبرانی فی الاوسط برجال الصحیح حدیث

اللہم من ظلم اہل المدینة واخافہم فاخفہ وعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لایقبل منہ صرف ولاعدل"

وروی النسائی حدیث "من اخاف اہل المدینة ظالمالہم اخافہ ا

وکانت علیہ لعنۃ اللہ ولا بن حبان نحوہ

(وفاء الوفاء ج۱ ص۴۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:- حافظ طبرانی نے المعجم الاوسط میں صحیح بخاری کے راویوں سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں یوں دعا مانگی "اے اللہ جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو ڈرائے تو تو بھی اس پر خوف مسلط فرما اور اس پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ اس کا کوئی فرض قبول ہو نہ نفل۔

اور امام نسائی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو بھی مدینہ والوں کو ظلماً ڈرائے اللہ تعالیٰ اس پر خوف بھی مسلط فرمائے گا اور اس پر اللہ کی لعنت بھی ہو گی۔ ابن حبان نے بھی اسی کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۳۔ وروی احمد برجال الصحیح عن جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما ان امیرا من امراء الفتنۃ قدم المدینۃ، وکان قد ذھب بصر جابر، فقیل لجابر۔ لوتنحیت عنہ۔ فخرج یمشی بین ابنیہ، فنکب فقال تعس من اخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابناہ اواحدھما۔ یاابت، فکیف اخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قدمات؟ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "من اخاف اھل المدینۃ فقد اخاف مابین جنبی۔"

(وفاء الوفاء ج۱ ص۴۵)

ترجمہ:- امام احمد بن جنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے راویوں سے حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت فرمائی ہے کہ امرائے فتنہ میں سے ایک امیر (بشر بن ارطاۃ) مدینہ منورہ ایا۔ اس وقت حضرت جابر کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ آپ سے عرض کی گئی (مصلحت اسی میں ہے) کہ آپ فتنہ سے بچنے کیلئے کسی اور جگہ تشریف لے

چلیں۔ آپ اپنے دو صاحبزادوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چل رہے تھے کہ آپ گر پڑے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس شخص کا بیڑہ غرق جو رسول اللہ ﷺ کو ڈرائے۔ دونوں صاحبزادوں یا ان میں سے کسی ایک نے پوچھا ابا جان رسول اللہ ﷺ تو وصال فرما چکے ہیں۔ اب ان کو کوئی کیسے ڈرا سکتا ہے تو حضرت جابر نے ارشاد فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے مجھ کو ڈرایا۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو مدینہ والوں کو ڈرائے گا

۱۔ اس طرح پگھلے گا جس طرح پانی میں نمک

۲۔ اس پر اللہ تعالیٰ خوف مسلط فرمائے گا۔

۳۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گی۔ فرشتوں کی بھی اور انسانوں کی بھی۔

۴۔ نہ اس کا فرض قبول ہو گا نہ نفل۔

۵۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا کا سبب ہو گا۔

ان تمام ارشادات عالیہ کو ذہن میں رکھ کر دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین "حسین احمد صاحب مدنی" کے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق تاثرات ایک مرتبہ پھر پڑھیئے اور پھر خود ہی فیصلہ فرمایئے کہ یہ شخص فتنہ تھا یا اللہ کی رحمت۔

لگے ہاتھوں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین کے متعلق مشہور فقیہہ علامہ ابن عابدین شامی کی رائے بھی ملاحظہ فرماتے چلیئے۔ باغیوں کا ذکر کرتے کرتے ارشاد فرماتے ہیں۔

كما وقع فى زماننا فى اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم۔

(فتاوی شامی ج۴ ص۲۳۹)

ترجمہ:- جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار نجد سے نکلے، حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کر لیا یہ لوگ خود کو مذہب حنبلی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو شخص بھی ان کے عقیدہ کا مخالف ہے وہ مشرک ہے اسی لئے ان نجدیوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل جائز قرار دیا تھا۔

علامہ شامی کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ

۱۔ نجدیوں کے حرمین شریفین پر تسلط سے قبل وہاں کے لوگ اہل سنت تھے۔

۲۔ ان نجدیوں نے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کیا اور وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔

دلیل نمبر۴:-

عن ابی سعید الخدری، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج ناس من قبل المشرق یقرؤون القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لایعودون فیہ حتی یعود السھم الی فوقہ۔ قیل ماسیماھم؟ قال سیماھم التحلیق اوقال التسبید۔

(شرح السنۃ ازامام بغوی ج۱۰ ص۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کچھ لوگ مشرق سے نکلیں گے۔ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حنجرہ سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جس طرح تیر کمان سے باہر ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ دین سے باہر ہو جانے کے بعد دین میں واپس نہیں آئیں گے۔ جب تک کہ تیر کمان میں واپس آجائے۔ (جس طرح تیر کا دوبارہ کمان میں واپس آنا محال ہے اسی طرح ان کا دین حق کی طرف واپس پلٹنا محال ہے) صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اس ٹولہ کی خاص نشانی کیا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا سر منڈانا۔

59700

یہ حدیث کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰ پر بھی موجود ہے۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر قربان جاؤں کہ اپنے خداداد علم سے اس گمراہ فرقہ کے متعلق تفصیلات بھی بیان فرمادیں کہ

۱۔ یہ فرقہ مشرق سے نکلے گا۔ نجد مدینہ منورہ کے مشرق میں واقع ہے

۲۔ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن قرآن حکیم ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ جس طرح وہابی مولوی اپنی تقریروں میں مسلسل دو دو رکوع قرآن حکیم پڑھ جاتے ہیں لیکن قرآن حکیم کا فیض ان کے سینہ تک نہیں پہنچ پاتا۔

۳۔ اس ٹولہ کی خاص علامت "سر کا منڈانا" ہے

وھابی ٹولہ بڑے اہتمام سے سر منڈاتا ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۵ میں بھی موجود ہے جس میں اسی دشمن اسلام فرقہ کی چند نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔

صحیح بخاری کے محشی "احمد علی سہارنپوری" بخاری کی اسی حدیث کے "بین السطور" لکھتے ہیں

وھولاء القوم خرجوا من نجد موضع تمیمیین

ترجمہ:۔ یہ قوم بنو تمیم کے علاقہ "نجد" سے نکلی۔

حضرت علامہ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

وفی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سیما ھم التحلیق تنصیص علی ھؤلاء القوم الخارجین من المشرق التابعین لابن عبدالوھاب فیما ابتدعہ لانھم کانوا یامرون من اتبعھم ان یحلق راسہ ولا یترکونہ یفارق مجلسھم اذا تبعھم حتی یحلقوا راسہ ولم یقع مثل ذالک قط من احد من فرق الضالۃ التی مضت قبلھم فالحدیث صریح فیھم وکان السید

عبدالرحمٰن الاهدل مفتی زبیر یقول لا یحتاج ان یؤلف احد تالیفا للرد علی ابن عبدالوهاب بل یکفی فی الرد علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سیماھم التحلیق فانہ لم یفعلہ احد من المبتدعۃ غیر ھم وکان ابن عبدالوہاب یامر ایضا بحلق رؤوس النساء اللاتی یتبعنہ فاقامت علیہ الحجۃ مرۃ امراۃ دخلت فی دینہ کرھا وجددت اسلامھا علی زعم فامر بحلق راسھا فقالت لہ انت تامر الرجال بحلق رؤوسھم فلو امرت بحلق لحاھم لساغ لک ان تامر بحلق رؤوس النساء لان شعر الراس للمراۃ بمنزلۃ اللحیۃ للرجال فبھت الذی کفر ولم یجدلھا جواب لکنہ انما فعل ذالک لیصدق علیہ وعلیٰ من تبعہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سیما ھم التحلیق فان المتبادر منہ حلق الراس فقد صدق صلی اللہ علیہ وسلم فیما قال۔

(الدررالسنیہ ص۰۵)

ترجمہ:۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی "سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگا" میں اسی قوم پر نص ہے جو مشرق سے نکلی۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار بنے۔ اس لئے کہ یہی وہ لوگ تھے جو اپنے پیروکاروں کو اپنے گروہ میں داخل کرتے وقت سر مونڈنے کا حکم دیتے تھے اور جب تک یہ لوگ اپنا سر منڈوا نہ لیتے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے گروہ کے لوگ ان نئے شامل ہونے والوں کو اپنی مجلس سے اٹھنے نہ دیتے۔

اس نجدی سے پہلے جتنے گمراہ فرقے گذرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ علامت اختیار نہیں کی پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث نجدیوں کے متعلق صریح ہے۔

حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن مفتی زبیر فرمایا کرتے تھے کسی شخص کو اس نجدی کے رد مستقل کتاب لکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے رد کیلئے سرور

کونین ﷺ کا ارشاد گرامی "سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہو گا" ہی کافی ہے۔

یہ محمد بن عبدالوھاب نجدی ان عورتوں کو بھی سر منڈانے کا حکم دیا کرتا تھا جو اس کے ٹولہ میں شامل کی جاتیں۔

ایک مرتبہ ایک عورت اس کے دین میں داخل کی گئی۔ نجدیوں نے اپنے فاسد گمان کے تحت اس کو نئے سرے سے اسلام میں داخل کیا۔ پھر اس کو سر منڈانے کا حکم دیا تو اس عورت نے محمد ابن عبدالوھاب سے کہا کہ تو مردوں کو تو سر منڈانے کا حکم دیتا ہے اگر ان کی داڑھیوں کے منڈانے کا حکم دیتا تو البتہ عورتوں کے سر منڈانے کا حکم دے سکتا تھا۔ کیونکہ عورتوں کے سر کے بال مردوں کی داڑھیوں کی طرح ہیں۔ عورت کی یہ بات سن کر نجدی کافر مبہوت ہو گیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا لیکن اس نے عورت کا سر مونڈ کر چھوڑا تاکہ اس پر اور اس کے پیروکاروں پر نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی "سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہو گا" صادق آ جائے۔

دلیل نمبر ۵:۔ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کرام میں اموال تقسیم فرما رہے تھے کہ قبیلہ "بنو تمیم" کا ایک شخص جس کا نام "ذوالخویصرہ" تھا نہایت بیباکی سے کہنے لگا "اعدل" یا رسول اللہ انصاف کیجئے۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں عدل نہیں کرتا تو اور کون عدل کر سکے گا؟۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بدبخت کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ نبی اکرم ﷺ نے اجازت نہ دی ساتھ ہی ارشاد فرمایا

ان من ضئضئ هذا قوماً يقرؤن القرآن لا يجاوز حنا جرهم يمرقون من الاسلام مروق السهم من الرمية فيقتلون اهل الاسلام ويدعون اهل الاوثان

اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہو گی جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جس طرح تیر کمان سے۔ وہ لوگ بت

پرستوں کو تو چھوڑ دیں گے لیکن مسلمانوں کو قتل کریں گے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵ باب فی المعجزات)

یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی بھی بنو تمیم ہی میں سے تھا اور اسی ذوالخویصرہ کی نسل سے بیان کیا جاتا ہے۔

درر سنیہ میں ہے

واصرح من ذلک ان ھذا المغرور محمد بن عبدالوھاب من تمیم فیحتمل انہ من عقب ذی الخویصرہ۔

(الدررالسنیہ ص۵۲ مطبوعہ استنبول)

ترجمہ:۔ اس سے بھی صریح یہ بات ہے کہ یہ دھوکا خور محمد بن عبدالوہاب بھی قبیلہ بنو تمیم میں سے ہے اور اس بات کا احتمال بہرحال موجود ہے کہ یہ اسی ذوالخوایصرہ" کی نسل سے ہے۔

دلیل نمبر ۶:۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

ان مما اخاف علیکم رجل قرء القرآن حتی اذا رؤیت بھجتہ علیہ وکان ردائہ الاسلام اعتراہ الی ماشاءاللہ انسلخ منہ و نبذہ وراء ظھرہ وسعی علی جارہ بالسیف ورماہ بالشرک۔ قال قلت یا نبی اللہ ایھما اولی بالشرک المرمی اوالرامی؟ قال بل الرامی۔

(ھذا اسناد جید۔ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۶۵ مطبوعہ امجد اکیڈیمی لاہور)

ترجمہ:۔ بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کا خوف ہے جو اتنا قرآن پڑھے گا کہ اس کے چہرے پر قرآن کی رونق بھی نظر آنے لگے گی۔ اس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام بن جائے گا۔

جب تک اللہ چاہے گا اس کو یہ حالت لاحق رہے گی۔ پھر اس سے یہ حالت چھن جائے گی۔ وہ شخص قرآن حکیم اور اسلام کو پس پشت پھینک کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جنگ کرے گا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہو گا۔ جن بیچاروں پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ یا شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا۔ غیب کی خبریں دینے والے (نبی) نے ارشاد فرمایا۔ بلکہ شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا ہی شرک کا حق دار ہو گا۔

ان دونوں حدیثوں کو غور سے پھر پڑھیئے تو اس بدبخت ٹولہ کی دو علامتیں مزید نظر آتی ہیں۔

۱۔ بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔ مسلمانوں سے لڑائی کریں گے۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آج تک اس نجدی ٹولہ نے کفار و مشرکین سے جنگ نہیں لڑی۔ ہمیشہ ان کی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ ہی رہی ہے۔ حال ہی میں ایک طرف مسلمان ملک عراق تھا اور اس کے مقابلہ پر امریکہ، برطانیہ، فرانس اور ان کی پشت پر یہود و ہنود کی پوری قوت موجود تھی۔ لیکن فرمان نبوی صحیح ثابت ہوا۔ ان نجدیوں نے ایک مسلمان ملک کی تباہی کیلئے یہودی، عیسائی افواج کفر کو ساری لڑائی کا خرچہ بھی دیا اور لڑنے کیلئے اپنی سرزمین بھی۔

۲۔ اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ لگا کر ان کو قتل کریں گے۔ (صدق نبی اللہ ﷺ)

اس ٹولہ نے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں پر شرک ہی کا فتویٰ صادر کر کے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو قتل کیا۔ ان کے اموال کو لوٹا۔

ایک ہندوستانی وہابی مولوی اسماعیل غزنوی نے علامہ سلیمان بن سحمان نجدی کے رسالہ "الہدیۃ السنیہ" کا ترجمہ "تحفہ وھابیہ" کے نام سے لکھا۔ اس میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے "عبداللہ" کا بھی رسالہ موجود ہے۔ اس میں عام مسلمانوں کو کھلم کھلا مشرک کہہ

کران کے قتل کا اور اموال لوٹ لینے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا ہو جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں۔ مثلاً کسی بیمار کا تندرست کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی دکھ سے محفوظ رہنا وغیرہ۔ تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے امداد کا طلب کرنا شرک ہے جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں شرک اکبر کے مرتکب ہیں۔ اگرچہ اس کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعل حقیقی فقط رب العزت ہے اور ان صالحین سے دعاء کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد بر آئے گی۔ گویا یہ ایک واسطہ ہیں۔ یعنی ان کا فعل یہ بہر حال شرک ہے اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے۔ اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے۔

(تحفہ وہابیہ اردو ترجمہ الہدیۃ السنیہ ص ۵۹)

لاحول ولا قوة الا بالله العظيم

مسئلہ توسل اور استعانت کی مفصل و مدلل بحث انشاء اللہ العزیز باب نمبر ۴ میں کی جائے گی سردست اتنا سمجھ لیجئے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

انی لست اخشی علیکم ان تشرکوا ولکنی اخشیٰ علیکم الدنیا ان تنافسوھا۔

(صحیح بخاری شریف ج۲ ص۵۷۸)

ترجمہ:۔ مجھے اس بات کا قطعاً ڈر نہیں کہ تم شرک کرنے لگ جاؤ گے۔ لیکن اس بات کا ضرور ڈر ہے کہ تم دنیا میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ نیز سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان الشیطان قدئیس ان یعبد فی جزیرۃ العرب۔

(مسند احمد ج۴ ص۱۲۶)

ترجمہ:۔ شیطان جزیرہ عرب میں اپنی عبادت (شرک) سے مایوس ہو چکا ہے ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہم اہل سنت مشرک نہیں ہیں۔

دلیل نمبر۷

عن ابن عمر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیت عائشۃ فقال رأس الکفر من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان یعنی المشرق۔

(مسلم شریف ج۲ ص۳۹۴)

ترجمہ:۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو ارشاد فرمایا

کفر کا سر وہیں ہوگا جہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ یعنی مشرق سے۔ پچھلے اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے "نجد" کا نام لیکر فرمایا تھا کہ وہاں سے "قرن الشیطان" کا طلوع ہوگا اور اس حدیث میں مزید وضاحت فرمادی کہ وہیں پر "کفر کا سر" ہوگا۔

نتیجہ بالکل واضح ہے۔

دلیل نمبر۸

کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۔

(بخاری شریف ج۲ ص۱۰۲۴ باب قتال الخوارج)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان خوارج کو اللہ کی ساری مخلوق میں سے بدتر سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ان بدبختوں نے وہ آیات کریمہ جو کہ کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں وہ مسلمانوں پر چسپاں کی ہیں۔

خوارج کا سردار وہی ذوالخویصرہ تھا جس نے نبی اکرم ﷺ سے "اعدل" کہا تھا۔ اور اسی کی نسل سے محمد بن عبدالوھاب نجدی بیان کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جو

آیات کریمہ بتوں اور کافروں کی مذمت میں نازل ہوئی تھیں ان کو مسلمانوں پہ چسپاں کیا کرتے تھے۔ اور یہی کام امت وہابیہ بھی کر رہی ہے اس بات کو ہم بالدلائل باب نمبر ۴ میں بیان کریں گے۔ اور یہ کام کرنے والوں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بد ترین خلق سمجھا کرتے تھے۔

اس بدبخت فرقہ کے متعلق ایک بار پھر پچھلی احادیث مبارکہ ذہن میں رکھیئے تو چند چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔

۱۔ شیطان شیخ نجدی کی شکل میں عظمت مصطفےٰ ﷺ ختم کرنے کیلئے کفار مکہ کی میٹنگ میں شریک ہوا۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "مجھے ان مبلغین پر اہل نجد کا خوف ہے۔

۳۔ آقا علیہ السلام نے نجد کا نام لیکر ارشاد فرمایا کہ یہیں سے قرن الشیطان کا طلوع ہو گا اور یہیں کفر کا سر ہو گا۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری امت شرک میں مبتلا نہ ہو گی۔ (ملخصاً)

لیکن پھر بھی کچھ لوگ جو قرآن حکیم پڑھتے ہوں گے، ان کا اوڑھنا، بچھونا اسلام بن چکا ہو گا۔ وہ تلواریں سونت کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے حملہ آور ہوں گے۔

خبردار اے مسلمان:۔ جن بیچارے مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ تو شرک میں مبتلا نہ ہوں گے۔ ان کو دیکھا دیکھی مشرک مت سمجھنے لگ جانا۔ بلکہ جو لوگ شرک کا فتویٰ لگانے والے ہوں گے۔ شرک انہی پر لوٹ آئے گا۔

۵۔ کافروں، بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پر چسپاں کریں گے۔

ان پانچوں چیزوں کو ذہن میں رکھیئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ آج وہ کون لوگ ہیں جو امت مسلمہ پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے ان کو قتل کرنا۔ ان کا مال لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔

وہ کون لوگ ہیں جو انبیاء اولیاء کو "بے بس، کمزور، ذلیل، بے علم" ثابت کرنے

کیلئے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ بتوں کے متعلق نازل شدہ آیات محبوبان خدا پر بھی چسپاں کر دیتے ہیں۔

ہاں، ہاں! مسلمان وہ یہی فرقہ وھابیہ ہے جس کے متعلق غیب کی خبریں دینے والے محبوب ﷺ نے پہلے ہی بتلا دیا تھا۔

من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ذکر کو ہم ایک ولی کامل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے جگمگاتے ماہتاب، حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

محمد بن عبدالوہاب کے سرگرم حمایتی کو لفظ وھابی میں سب و شتم کی بو آتی ہے۔

وہ بو سب و شتم کی نہیں ہے بلکہ یہ ان ہزارہا بندگان خدا کے ناحق خون کی بساند ۔۔۔

ان ہزارہا عورتوں اور بچوں کی دل جلی آہ ہے۔ جن کا سب کچھ لوٹا گیا ہے اور سب سے زیادہ یہ ان گستاخانہ تحریرات کا اثر ہے جو تاجدار انبیاء محبوب کبریا بالفنا مو دبا بانا واھاتنا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توحید کی حفاظت کے نام پر لکھی گئی ہیں۔ پروردگار حضرات صحابہ سے خطاب کر رہا ہے۔

یاایھا الذین آمنوا لاتقولوارا عنا و قولوا انظرنا۔۔۔

یعنی تم یہودیوں کی بولی راعنا نہ بولو۔ بلکہ ادب سے انظرنا کہو۔ اور محمد بن عبدالوہاب لکھتا ہے۔

ما السابقون فاللات والعزی والسواع۔ واما اللاحقون فمحمد وعلی وعبداللقادر والکل سواء۔ (نعوذ باللہ من غضبہ و عقابہ)

ایک بدبخت نجدی کے سامنے ایک رفیق نے سیدنا محمد ﷺ کہہ دیا۔ وہ بولا السید ھو اللہ یعنی سید تو اللہ ہی ہے محمد نہیں ہیں۔ اس سے کہا گیا اللہ تعالیٰ حضرت یحیی علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے سیداً و حصوراً یہ سن کر وہ بے ادب خاموش ہوا۔ ایسی عبارت لکھنے والے

کا کیا حکم ہے اس کا بیان حضرات علماء کرام بیان کریں گے۔ ہم تو اس کے قائل اور اس کے معتقد سے بیزار ہیں۔ اور کہتے ہیں انہم فی سکر تہم یعمہون اور اتنا جانتے ہیں کہ فرقہ وہابیہ اہل اہواء کے مسلک پر چل رہا ہے۔ بکیر نے نافع سے پوچھا کہ حروریہ (خوارج) کے متعلق ابن عمر کی کیا رائے تھی؟ نافع نے کہا

"یراھم شرار خلق اللہ انہم انطلقوا الی آیات انزلتفی الکفار فجعلوھا علی المومنین"

ان کے نزدیک وہ اللہ کی مخلوق میں بدترین ہیں انہوں نے ان آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنوں پر راست کر دی ہیں۔" یہی حالت محمد بن عبدالوہاب کی ہے۔ اللہ اس کے شر سے بچائے۔

(مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان ص ۴۴)

ہندو پاک میں وھابیت

مولوی محمد اسماعیل دہلوی شاہ عبدالغنی کا لڑکا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پوتا تھا۔ ۱۲۔ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ۔ ۳۰۔ مارچ ۱۷۷۹ء کو پیدا ہوا اور ۲۴۔ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ۔ ۷۔ مئی ۱۸۳۱ء بالاکوٹ صوبہ سرحد میں قتل ہوا۔

اس مولوی اسماعیل دہلوی کے ہاتھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف "کتاب التوحید" لگی۔ اس نے اسی کتاب میں معمولی ردوبدل کر کے "تقویۃ الایمان" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس کی اشاعت سے ہندو پاک میں بھی وہابیت پھیلنی شروع ہوئی۔ یوں مولوی اسماعیل دہلوی ہندوستان میں وھابیت کا معمار اول ٹھہرا۔

ہم مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کی کتاب تقویۃ الایمان کے متعلق باب نمبر ۱ میں مزید تفصیلات پیش نہیں کرنا چاہتے جو حضرات اس پر تفصیلی تبصرہ پڑھنا چاہتے ہوں وہ

سیدی، سندی، ابی، زبدۃ الاتقیاء فقیہہ عصر حضرت مولانا علامہ مفتی ابو سعید محمد امین مدظلہ کا رسالہ "تعارف تقویۃ الایمان" اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا، فخر اولیاء حضرت مولانا علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" کا مطالعہ فرمائیں۔

میاں نذیر حسین دہلوی

میاں نذیر حسین دہلوی شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد بیان کئے جاتے ہیں۔ وہابیہ نے ان کو "شیخ الکل فی الکل" کا لقب دیا جب کہ انگریزی حکومت کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔

(مقدمہ فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۲۷)

جب ہندوستان کے مسلمان انگریز کی مخالفت میں ۱۸۵۷ء میں سروں پر کفن باندھ کر میدان عمل میں آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ انہی میاں صاحب نے ایک انگریز زخمی میم کو اپنے گھر میں پناہ دی۔ پورے تین ماہ تک اس کی خدمت کی۔ جب انگریز نے اپنے خلاف بپا ہونے والی اس مزاحمت کو پوری طرح کچل دیا۔ میاں صاحب نے اس واقعہ کو خود بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

"جب پوری طرح امن و امان بحال ہو گیا اور حالات نارمل ہو گئے تب اس نیم جان میم کو جو اب تندرست و توانا ہو چکی تھی۔ انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے عوض میں ایک ہزار تین سو روپیہ اور ایک سارٹیفکیٹ ملا۔"

(مقدمہ فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۹)

میاں نذیر حسین دہلوی نے بھی "وہابیت" کو تقویت پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

نواب صاحب بھی شاہ اسحاق دہلوی کے شاگرد بیان کئے جاتے ہیں۔ آدمی ذہین تھے۔ پھرتے پھراتے ریاست بھوپال پہنچ گئے۔ وہاں سرکاری ملازم ہو گئے، پھر انگریزوں کی مرضی واجازت سے ان کی شادی ریاست کی والیہ سے ہو گئی۔ نواب صاحب خود لکھتے ہیں۔

"جب دوسرا سال گذرا رئیسہ معظمہ نے اپنی زوجیت سے مجھے عزت و افتخار بخشا اور یہ امر باطلاع گورنمنٹ عالیہ و حسب مرضی سرکار انگلشیہ ظہور میں آیا۔ اور یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج و عزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفراز حاصل ہوئی اور خلعت گرامی قیمتی دوہزار روپیہ مع اسپ و فیل و چنور، و پالکی و شمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔ بعد چندی خطاب نوابی و امیر الملکی و والاجاہی افیر شلنگ سے سربلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اوسپر مزید مرحمت ہوئے غرض وہ آزادی قدیم اب بصورت رقیت متبدل ہو گئی۔ (ترجمان وھابیہ ص ۲۸)

انگریز کی اجازت و رضامندی سے ہونے والے اس نکاح کے بعد نواب صاحب پر دولت کی بارش رہنے لگی۔ پھر اسی دولت سے وہابی لٹریچر کی بھرمار ہو گئی اور نواب صاحب کی وجہ سے بھی "وھابیت" کو تقویت حاصل ہوئی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی

مولوی محمد حسین بٹالوی بھی وہابیوں کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے انگریز حکومت کی تحریر و تقریر کے ذریعہ بہت خدمت کی۔ بہت ہوشیار اور معاملہ فہم آدمی تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لفظ "وھابی" سے مسلمانان ہند کو بے پناہ نفرت ہے تو انہوں نے انگریز حکومت کو درخواست دیکر اپنا نام "وھابی" کی بجائے "اہل حدیث" الاٹ کرایا۔

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

"چنانچہ دعوی ارسال رسل مولوی محمد حسین کا سر ہنری و بولیس لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک پنجاب کے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا بجواب درخواست مذکور لفٹننٹ گورنر صاحب موصوف نے مولوی محمد حسین کا شکریہ خیر خواہی ادا کیا لاکن کسی مصلحت سے ایلچی کا روانہ کرنا پسند نہ کیا بعد اس کے فرقہ موحدین لاہور نے صاحب بہادر موصوف کی روبکاری میں استدعا پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام وھابی سے پکارے جاتے ہیں اور اطلاق اس لفظ کا عامتہً موحدین پر کیا جاتا ہے سو بطور سرکاری اشتہار دیا جائے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام وھابی سے نہ مخاطب کئے جائیں۔ چنانچہ لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامتہ نہ ہو اور خصوص جو لوگ کہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وھابی نہ ہوں۔۔۔۔ غرضیکہ مولوی محمد حسین کا طریق یہ ہے کہ موحدین لفظ وھابی سے نہ پکارے جائیں۔ اور خصوصی جو یہ لفظ علامت بدخواہی گورنمنٹ ہند میں مشہور ہے اس لئے اس لفظ کا اطلاق خیر خواہان گورنمنٹ ہند پر متروک ہو۔ فرقہ موحدین مقلد فرقہ نہیں اور لفظ وھابی نسبت تقلید کو ثابت کرتا ہے۔ تمام ہوا ترجمہ گزٹ مذکور کا۔

(ترجمان وھابیہ ص ۶۲-۶۳)

مولوی ثناء اللہ امرتسری

وھابیوں کے مشہور مناظر گذرے ہیں۔ احسان الٰہی ظہیر امرتسری اس کے متعلق لکھتا ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین، وکیل ملۃ اسلامیہ، مناظر اسلام جن کے متعلق شیخ رشید رضا مصری نے کہا تھا "[illegible] الالمی فی الهند"

جنھوں نے تمام باطل فرقوں، قادیانیوں، آریہ، ہندو، مجوس اور عیسائیوں وغیرھم کے منہ میں سکوت کی لگام ڈال دی تھی۔ (البریلویۃ ص ۱۷۸)

امرتسری صاحب نے قادیانیوں کی مخالفت میں کافی شہرت پائی ہے۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی کسی کتاب میں قادیانیوں کی تکفیر نظر سے نہیں گذری۔ جب کہ اس کے برعکس ایسی عبارتیں نظر سے گذری ہیں جن سے قادیانیوں کا مسلمان سمجھا جانا مترشح ہوتا ہے۔ مثلاً جب حافظ عبدالقادر روپڑی موجودہ امیر جماعت اہل حدیث کے چچا حافظ عبداللہ روپڑی کے ساتھ امرتسری کی چپقلش زیادہ ہی بڑھ گئی تو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ایک کتابچہ شائع کیا جس کا نام "مظالم روپڑی بر مظلوم امرتسری" رکھا۔ اس میں یوں تحریر کیا۔

"حافظ صاحب! آپ مجھ پر نہیں بلکہ اہل حدیث کے حال پر رحم فرما کر حدیث پیش کرتے ہوئے منکرین حدیث کے حملوں کا خیال رکھا کریں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دشمن در کمین است کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو بھی کھانا کھلایا تھا اور غریب یہودیوں کو صدقہ بھی دیا تھا۔

لطیفہ! حافظ عبداللہ اور ان کے نامہ نگار کے نزدیک مستحق کا دائرہ اتنا تنگ ہے کہ دائرہ اتنا تنگ نہ ہوگا۔ غیر مسلم تو مستحق کی تعریف سے بالبداہت خارج ہیں۔ مسلم فرقوں میں رافضی، خارجی، معتزلہ، جہمی، قادیانی، عرشی، فرشی وغیرہ سب لوگ غیر مستحق ہے۔ البتہ مستحق ہیں تو حافظ صاحب اور ان کے نامہ نگار یا ان کے اہل بیت دگر ہیچ۔ پس آپ کی زکوۃ اور صدقہ تو صرف اپنے ہی اہل بیت کے لئے مخصوص ہوگا۔ شاید اس پنجابی مثل کے یہی معنی ہیں

اناں ونڈے شیرنی مڑ گھر گھر دیا نوں

(مظالم روپڑی بر مظلوم امرتسری۔ ص ۳۷)

لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

ظہیر کے شیخ الاسلام کے نزدیک بعض رافضی اور بعض قادیانی بھی متقی ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ تقویٰ کی پہلی شرط ہی ایمان ہے۔ ہمارے نزدیک تو رافضی اور قادیانی خواہ لاکھ نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ عبادات بجالائیں نہ ان کی عبادت قبول اور نہ ہی دولت تقویٰ انہیں حاصل۔ کیونکہ ان میں ایمان ہی سرے سے مفقود ہے۔

سیکریٹری جمعیت مرکزیہ اہلحدیث ہند لاہور عبدالعزیز صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آپ نے چکڑالویوں کی صدارت میں تقریر کی مناظرہ کیا اس سے آپ چکڑالوی کیوں نہیں؟

آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی آپ مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ اس سے آپ مرزائی کیوں نہیں۔ (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

ایک اور مشہور وہابی مولوی عبدالاحد خانپوری لکھتے ہیں۔

اہل ایمان کو جاننا چاہیئے کہ ضلال یعنی گمراہی دو قسم کی ہوتی ہے ایک افراط محبت و تعظیم میں اور غلو اعتقاد میں جیسے ضلال نصاریٰ اور غالین فی المخلوق مثل ضلال عباد قبور و قباب ان کی اصلاح ممکن ہے۔ اگر ان کی تعظیم کم ہو کر اعتدال پر آجاوے تو مہتدی یعنی باہدایت ہو جاویں۔

دوسری وہ گمراہی جو بے اعتقادی کے سبب سے ہو کہ نہ اللہ پر اعتقاد ہو نہ ملائکہ پر نہ کتب سماویہ پر۔ نہ رسولوں پر نہ روز قیامت پر نہ تقدیر پر، جیسے ملاحدہ، زنادقہ، نیچریہ، مرزائیہ،

قرامطہ، باطنیہ، اسماعیلیہ، نصیریہ، فلاسفہ، دہریہ وطبائعین کہ یہ لوگ اکفر ہیں۔ یہود و نصاریٰ سے۔ ان کی اصلاح کی کوئی امید نہیں ہے

الا ان یشاء ربی وسع ربی کل شی علماً۔

لہذا فقہاء اسلام نے فتویٰ دیا کہ زنادقہ کی توبہ نہیں قبول کی جاتی ان کی سزا قتل ہی ہے بعد از اخذ کسی صورت وہ قتل سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں۔ پس پہلی قسم یعنی غالین فی التعظیم کی مثال کچی روٹی کی ہے۔ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے اور دوسرے قسم یعنی زنادقہ کی مثال جلی ہوئی روٹی کی ہے کہ اس کی اصلاح کسی صورت سے نہیں ہو سکتی۔ لہذا ان کو قتل ہی کر دینا چاہیئے تاکہ عباد و بلاد ان کے شر کے زہر سے بچیں اور ان پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جاوے اور ضلال ثناء اللہ کشمیری قسم دوم سے ہے۔ یعنی بے اعتقادی کی وجہ سے۔ پس اس کی اصلاح ممکن نہیں۔

الا ان یشاء اللہ فقط والسلام۔ والحمدللہ رب العالمین۔ کتبہ اصغر العباد واضعفہم عبدالاحد خانپوری مقیم راولپنڈی محلہ تالاب پختہ۔ دیباچہ الفیصلتہ الحجازیۃ السلطانیہ۔

مولوی احسان الٰہی ظہیر

یہ پاکستان کی جمعیت اہل حدیث کا ناظم اعلیٰ منتخب ہوا۔ اسی نے عرب ریاستوں میں اہل سنت کو بدنام کرنے کیلئے کذب و افتراء کا پلندہ "البریلویۃ" نامی کتاب کی صورت میں تحریر کیا۔ ہم اس کے متعلق یہاں باب نمبر ۱ میں اسی کے ایک ہم مسلک وہابی مولوی کی تحریر پیش کر دیتے ہیں تاکہ اس کا کردار بھی واضح ہو جائے۔ حافظ عبدالرحمن مدنی لکھتے ہیں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دوسروں کو کیوں مرواتے ہو۔ خود میدان میں آؤ! اگر کبھی سچ کہا یا لکھا ہوتا تو چھپ کر تخریب

کاری نہ کرتے۔ احسان الٰہیٰ ظہیر کیلئے چیلنج مباہلہ

قارئین کو یاد ہوگا کہ احسان الٰہیٰ ظہیر جس نے چند سال قبل بیت اللہ پر یلغار کرنے والے باغیوں کی حمایت میں پرزور آواز بلند کی تھی۔ حتیٰ کہ روزنامہ مشرق لاہور نے اس کے بیان کی بنیاد پر فوری ضمیمہ بھی شائع کر دیا تھا۔ کے سرپرست خاص مصر کے عبدالرحمن عبدالخالق نے مجھ سے پچاس لاکھ روپے رشوت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تو میں نے سعودی سفارتی نمائندوں کے سامنے اس کے اس رشوت مانگنے کے واقعہ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جسے نہ صرف قبول نہ کیا گیا بلکہ اس شخص نے مجلسوں سے راہ فرار اختیار کرلی تھی۔ پھر جب مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے خلاف تخریب کاری کی سازش کرتے ہوئے اسی وفد نے نام نہاد ثالثی فیصلہ کے حربہ سے جماعت اہلحدیث کی تباہی کے ذمہ دار احسان الٰہیٰ ظہیر کو ایک تحریر لکھ کر دی تو شکریہ کے طور پر احسان الٰہیٰ ظہیر نے اپنے حواریوں کے ہاتھوں ریشمی تھانوں کے گٹھڑ اسے تحفوں کے نام پر رشوت میں پیش کئے۔ چنانچہ وفد نے اسے قبول کر کے اپنے رشوت لین دین کے کاروبار پر مہر ثبت کر دی۔ جس کا کچا چٹھا "اہلحدیث" کے ذریعہ قارئین کے سامنے آچکا ہے۔ تو احسان الٰہیٰ ظہیر نے اپنے اور اپنے سرپرستوں کے کرداروں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے دفتر کے ایک ادنیٰ ملازم کے نام سے مباہلہ کی تحریر ادارتی کالموں میں شائع کی ہے یہ تحریر سابقہ شمارہ ہفت روزہ "الاسلام" مورخہ ۱۵-۲۲ جون ۱۹۸۴ء کی تحریر کی طرح اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ یہ سب تخریب کاری اپنے حق میں بلند بانگ دعووں اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے علاوہ اپنے زیر اہتمام پرچے میں دوسروں کے نام سے اپنی تحریر شائع کرکے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش بھی ہے کہ پاکستان میں اس شخص کا کوئی معقول آدمی ساتھی یا حمایتی بن سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا اس شخص کی محبت میں نہیں بلکہ اس کے شر سے بچنے کے لئے اسے سلام کرنے کی روادار ہے۔ چنانچہ اس کے چھچھورے پن کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر لوگوں

کو گالیاں دیتا ہے جس کا علم اس شخص کو بھی ہے جس کے نام سے اس نے یہ مباہلہ کی تحریر خود لکھ کر شائع کروائی ہے۔ بلکہ اسے اس کا تجربہ بھی ہو گا۔ مدینہ یونیورسٹی کے سیکنڑوں فارغ التحصیل پاکستانی علماء میں سے کسی ایک سے بھی اس کا کردار ڈھکا چھپا نہیں ہے اور جھوٹی شہرت کے لئے اس کی طرف سے ہر طرح کے ہتھکنڈے ان علماء کے زبان زدعام و خاص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۶۶ء میں مدینہ یونیورسٹی میں پاکستانی سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات ہوئے تو یہ شخص عہدے کے حصول کے لئے امیدوار بنا۔ لیکن شدید عصبیت کے پروپیگنڈے کے باوجود اہلحدیثوں نے ہی اسے ووٹ نہ دیئے۔ حالانکہ کئی اہلحدیث ساتھیوں نے اہلحدیث ہونے کے ناطے اس کے لئے حمایت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن حیرت ہوتی تھی کہ طلباء اس کے نام سے بھی الرجک ہیں۔

پھر اگلے ہی سال جب ضابطہ کے تحت میں بھی یونین کا عہدیدار بن سکتا تھا (کیونکہ یونین کے قواعد و ضوابط کے مطابق یونیورسٹی کے کلیات میں دو سال گزارنا شرط تھا) مجھے اللہ کے فضل و کرم سے یہ اعزاز حاصل ہوا کہ یونیورسٹی کے پاکستانی طلباء نے مجھے بالاتفاق اپنا صدر منتخب کیا اور حافظ ثناء اللہ مدنی کو نائب صدر۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہو گا کہ یہ انتخاب میری کسی کنویسنگ یا خواہش کے بغیر بلامقابلہ ہوا تھا حتی کہ انتخاب کے وقت تک مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ یوں میرا نام پیش ہو گا اور مجھے صدر منتخب کر لیا جائے گا۔ یہ حقیقت محض اس لئے بیان کر دی ہے کہ چونکہ پاکستان میں میری دینی اور علمی سرگرمیوں پر حرف گیری نہ ہو سکتی تھی لہذا اس شخص نے مدینہ یونیورسٹی میں میری پوزیشن کو مجروح کرنے کے لئے میرے فیل ہونے کا سو فیصد جھوٹ بہتان باندھا اور میری "مدنی" نسبت پر اپنے بغض باطن کا اظہار کیا ہے۔ ورنہ مجھے اس شخص کی طرح کبھی یہ شوق نہیں چرایا کہ اپنی ناموری کے لئے گپیں ہانکوں، اپنی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے دستخط سے شائع کراؤں یا سستی شہرت کے لئے دوسروں کو مطعون کروں ہاں اب تحدیث نعمت کے طور پر اس شخص

کے پروپیگنڈہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بحمد للہ نہ صرف پاکستان کے دینی مدارس اور عصری یونیورسٹیوں میں مجھے اعلیٰ پوزیشن حاصل ہوئی بلکہ مدینہ یونیورسٹی کے امتحانات میں ایسے مواقع بھی آئے کہ میں نے ۶۳ ملکوں کے طلباء سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یا دوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں۔ اس سلسلہ میں میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں۔ بلکہ میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود احسان الہیٰ ظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الہیٰ ظہیر ان کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اس کے نام سے شائع ہوں؟

جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہو گا۔ چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہیٰ کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ جب کہ یہ شکایت اس کی کتابوں میں اردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو یونہی عربی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔ پھر یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ ہر کتاب کے اوپر احسان الہیٰ ظہیر کے تعارف کے لئے بہترین الفاظ "رئیس التحریر مجلۃ ترجمان الحدیث لاہور پاکستان) طبع کئے جاتے ہیں۔ اور کون اس سے واقف نہیں کہ مجلہ ترجمان الحدیث سالہا سال تک نہ صرف اپنے رئیس التحریر کی کاوش سے خالی رہتا ہے بلکہ مہینوں یہ بیچارہ ان رئیس التحریر صاحب کی زیارت کے شرف سے بھی محروم ہی رہتا ہے۔

ایسے ہی لوگوں کی حالت کا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے۔

لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا ولاتحسبنهم بمفازة من العذاب

اے میرے نبی، جو لوگ اپنے کئے پر اتراتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی اس کام پر تعریف کی جائے جسے انہوں نے کیا ہو، تو آپ انہیں ہرگز عذاب الہیٰ سے کامیاب گمان نہ کیجئے۔"

پھر مسجد چنیا نوالی اور احسان الہیٰ ظہیر کے سابق اہل محلہ ان دونوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند ٹکے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر یہ سکھلایا کرتا تھا کہ مجھے "علامہ" کہا کرو۔ اور اب بھی اس شخص نے کسی کی اپنی ذات سے دوستی یا دشمنی کا یہی معیار قرار دے رکھا ہے کہ کون اس کے نام سے پہلے "علامہ" لگاتا ہے اور کون نہیں لگاتا۔

بہر حال ان خودساختہ علامہ صاحب کے کوہ تی سرپرستوں کو تو ہم نے مباہلہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے بدنام زمانہ کردار کا اضافہ کر کے اس کو بھی شامل مباہلہ کرتے ہیں یعنی:۔

۱۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطور رشوت یا برائے نام قیمت پر کئی پلاٹ اور کاروں کے پرمٹ حاصل نہ کئے تھے؟۔

۲۔ یورپ کے نائٹ کلبوں میں پاکستان کے یہ علامہ صاحب رئیس التحریر مجلہ ترجمان الحدیث کیا گل کھلاتے رہے ہیں؟

۳۔ اس شخص کے وہ راز ہائے دروں جو اس کی جلوتوں اور خلوتوں کے امین ساتھیوں کی شہادتوں سے منظر عام پر آنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کیا یہ ان کی صداقت کے خلاف

مباہلہ کر سکتا ہے؟

۴۔ اپنے گھر میں جوان نوکرانیوں کے قصوں کے بارے میں مباہلہ کی جرات پاتا ہے؟

۵۔ حکومت عراق سے لاکھوں روپے آپ نے کس کار خیر کے سلسلہ میں وصول فرمائے تھے؟

۶۔ حکومت سعودیہ کو ورغلانے کے لئے موجودہ حکومت پاکستان کی شیعہ حمایت کے بے بنیاد قصوں کے محاسبہ اور دونوں حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے متضاد کردار کو بھی شامل مباہلہ فرمالیجئے۔

۷۔ شاہی مسجد لاہور کے حالیہ واقعہ "یارسول اللہ کانفرنس" کے سلسلہ میں حکومت پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کے لئے حکومت سعودیہ کو رپورٹیں دینے اور کویتی وفد سے طویل مجلس کو بھی عنوان مباہلہ کا شرف عنایت کیجئے۔

۸۔ "البریلویہ" کے نام سے عرب ممالک میں ایک عربی کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت، لیکن انہی دنوں میں پاکستان کے بریلویوں سے اتحاد، جسے اخبارات نے "سہ جماعتی اتحاد" کا نام دیا۔ اسی طرح "الشیعہ و السنۃ" لکھنے کے باوجود شیعہ علماء کے لئے عرب ممالک کے ویزے کے لئے کوششیں کرنے، نیز حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار کی والدہ کی وفات کی رسم قل میں شرکت، لیکن سٹیجوں پر اس رسم کو بدعت قرار دینے کو بھی موضوع مباہلہ بنا لیجئے۔

۹۔ ریس کورس کے لئے گھوڑوں پر شرطیں بدنے اور اس خلاف اسلام کاروبار میں شرکت پر بھی مباہلہ کے سلسلہ میں نظر کرم ہو جائے۔

۱۰۔ کویتی وفد کی اعلیٰ حیثیت اور ان کی طرف سے کروڑوں روپے، کے تعاون کے اعلانات کے پس پردہ حالیہ حکومت پاکستان کے خلاف اسلام دشمن سیاسی تنظیموں کی سرپرستی اور ایم۔ آر۔ ڈی کو تقویت بھی مباہلہ میں شرکت کی اجازت چاہتی ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا الزامات جناب علامہ صاحب کے خلاف سماجی اور سیاسی

حلقوں میں مشہور ہیں ان میں سے بعض رسائل و جرائد میں چھپ بھی چکے ہیں لیکن حقیقت حال کی وضاحت نہ کی گئی اور ایک چپ میں ہزار بلائیں ٹال دی گئیں۔ علاوہ ازیں ان جملہ "خدمات" کے ثبوت کے عینی شاہد ان حضرات کے منہ پر یہ باتیں بیان کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن جونکہ بات مباہلہ تک پہنچ گئی ہے اس لئے مباہلہ میں مولویت کے لبادے میں اس فتنہ پرور آدمی کے کردار سے پردہ اٹھ ہی جانا چاہیئے جس کے باعث جماعت اہلحدیث کسی بھی شرعی مسئلہ میں اختلاف نہ رکھنے کے باوجود بری طرح انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

در حقیقت مذکورہ بالا الزامات حکومت کے ریکارڈ اور عین گواہوں کی شہادتوں سے ثابت کئے جا سکتے تھے۔ لیکن احسان الہیٰ ظہیر نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گھناؤنے کردار کو چھپانے کے لئے خود پہلا وار کرنا مناسب سمجھا اور بوکھلا کر خود ہی مباہلہ کا چیلنج دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک دھوکا ہے۔ "الاسلام" کی ساری عبارت پڑھ جایئے اس میں کوئی الزام بھی ایسا نہیں جس کے لئے مباہلہ درکار ہو۔ بلکہ ایسے الزامات کے لئے بیسیوں گواہان کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خلاف الزامات کے بارے میں دفاعی انداز اختیار کر کے جو شکست قبول کی تھی اسے مباہلہ کے جارحانہ چیلنج کے اندر چھپانے کی کوشش کی ہے۔ جسے ہم بخوشی قبول کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ کویت کے اپنے سرپرستوں کو بھی مباہلہ میں شرکت کے لئے بلا لے ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ اس مباہلہ کے ذریعے ہم سرخرو ہوں گے اور اس کے جھوٹوں اور بہتانوں نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے یہ شخص جس کی دراز دستیوں اور زبان درازیوں کی ابتدا اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی۔ اپنے انجام کو جلد ہی پہنچنا چاہتا ہے۔ (حافظ عبدالرحمن مدنی)

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۳۔ اگست ۱۹۸۴ء)

باب دوم

بریلویت کیا ہے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں کسی نئے مذہب کے بانی ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ اور وسیلہ سے اپنے بندوں کو جو دین عطا فرمایا اسے درجہ کمال تک بھی پہنچایا۔ اس دین میں کوئی کمی اور نقص باقی نہ رہنے دیا اس پر ارشاد ربانی

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا

(پ٦ المائدة٣)

شاہد ہے اب جو شخص بھی دین اسلام کو ناقص سمجھ کر اس میں کمی بیشی کو جائز سمجھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک "بریلویت" کسی نئے دین و مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت کے صحیح مفہوم پر ٹھیک ٹھیک عمل کا نام ہی بریلویت ہے۔ جو شخص ایک شوشہ برابر بھی قرآن و سنت کی مخالفت کرتا ہے ہمارے نزدیک وہ سچا بریلوی نہیں ہے۔

مخالفین کا طرز عمل

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تابناک مساعی جمیلہ سے گھبرا کر مخالفین نے اعلیٰ حضرت اور ان کے مریدین، متوسلین اور شاگردوں کو صرف اور صرف بدنام کرنے کیلئے کہیں "رضا خانی فرقہ" کے نام سے یاد کرنا شروع کیا اور کہیں "بریلوی فرقہ" کے نام سے۔ اور اس نام کو خوب خوب اچھالا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بے علم حضرات کو یہ تاثر دیا جائے کہ

یہ نیا فرقہ ہے۔ لیکن چونکہ اس عظیم المرتبت شخصیت کی تعلیمات و کردار قرآن و سنت کا چلتا پھرتا نمونہ تھا۔ عشق رسالتماب کا مجسمہ عوام کو اعلیحضرت کی ذات میں نظر آیا اس لئے عشاق نے اس لقب کو اپنے لئے اعزاز سمجھا۔ اب ہم عشاقان

مسلم ہیں کافروں کے مقابلہ میں

اہل سنت ہیں شیعوں اور بدعتیوں کے مقابلہ میں

بریلوی ہیں گستاخان رسول کے مقابلہ میں

اسی لئے پورے عالم اسلام میں آپ کو ان گنت اور بے شمار افراد ایسے ملیں گے جن کے معمولات اور عقائد وہی ہیں جو اعلی حضرت کے ہیں۔ خواہ انہوں نے "مولانا احمد رضا خاں" نام بھی نہ سنا ہو۔

معلوم ہوا بریلویت نہ تو کوئی نیا مذہب ہے اور نہ ہی نیا فرقہ۔۔۔ خود احسان الٰہی ظہیر کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے

انها جديدة من حيث النشأة والاسم، ومن فرق شبه القارة من حيث التكوين والهيئة، ولكنها قديمة من حيث الافكار و العقائد

یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام اور برصغیر کے فرقوں میں سے اپنی شکل و شباہت کے اعتبار سے اگرچہ نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔

(البریلویۃ ص ۷)

اس عبارت میں چونکہ ظہیر نے اہل سنت و جماعت بریلوی حضرات کو افکار و عقائد کے اعتبار سے پرانی جماعت تسلیم کر کے خود اپنی پوری کتاب کے مرکزی نقطہ (بریلوی نیا فرقہ) کو غلط قرار دیا تھا اسی لئے استاذ العلماء حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے اس پر بڑی خوبصورت گرفت اپنی کتاب "اندھیرے سے اجالے تک" کے صفحہ نمبر ۱۱ پر فرمائی۔ چونکہ یہ گرفت لاجواب تھی اس لئے ظہیر کی اس کتاب کا مترجم ثاقب "ولکنہا قدیمۃ

بن حیث الافکار والعقائد "کا ترجمہ شیر مادر سمجھ کو ہضم کر گیا۔

قہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی بریلویوں کے عقائد کو نیا تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے" (شمع توحید ص ۴۰)

معلوم ہوا کہ ہم اہل سنت و جماعت تو اپنے افکار و عقائد کے اعتبار سے قدیم ہیں لیکن وہابی ٹولہ ایک نیا فرقہ ہے جس کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا ہوا ہے۔ ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہر آدمی خود کر سکتا ہے کہ آپ جس بھی وہابی کو دیکھیں گے یا تو وہ خود پہلے سنی ہو گا۔ یا اس کا باپ۔ وگرنہ اس کا دادا ضرور سنی ہو گا۔ شاید ہی کوئی ایسا وہابی برصغیر میں آپ کو ایسا نظر آئے گا جو مسلسل سات آٹھ پشتوں سے وہابی ہو۔

جب کہ الحمد للہ اس برصغیر میں اسلام لانے والے، اس کی تبلیغ کرنے والے سب کے سب مسلمان یارسول اللہ کہنے والے تھے۔ ایصال ثواب کے قائل تھے اور بیس رکعت تراویح پڑھنے والے تھے۔

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ

نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مخلوق خدا کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی۔ اب کسی کے سر پر نبوت کا نورانی تاج نہیں رکھا جانا تھا۔ لیکن مخلوق خدا تک اللہ اور اس کے پیارے محبوب علیہ السلام کا پیغام بھی پہنچنا تھا۔ اس

مقدس مشن کیلئے علماء کرام کا انتخاب بارگاہ قدس سے ہوا۔ علماء کرام، علماء حقہ اپنی اپنی ہمت اور استعداد کے مطابق تبلیغ فرماتے رہے اور فرماتے رہیں گے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اسی مقدس سلسلہ کی ایک عظیم کڑی کی عظمت زبان نبوت سے یوں بیان ہوئی

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجددلھا دینھا

بیشک اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایسی شخصیت پیدا فرماتا رہے گا جو دین کی تجدید فرمائے گا (یعنی دین کے چہرہ کو جہالت اور بدعت کے گردوغبار سے صاف کر کے اصل دین پیش کرے گا)۔

(ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۳۳ اول کتاب الملاحم)

ایک وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

(علی راس کل مائۃ سنۃ) ای انتھائہ او ابتدائہ اذاقل العلم والسنۃ وکثر الجھل والبدعۃ۔۔(من یجدد) مفعول یبعث (لھا) ای لھذہ الامۃ (دینھا) ای یبین السنۃ من البدعۃ ویکثر العلم و ینصر اھلہ ویکسر اھل البدعۃ ویذلھم قالوا ولایکون الا عالماً بالعلوم الدینیۃ الظاھرۃ والباطنۃ

ہر صدی میں یعنی صدی کی انتہا یا ابتدا میں جب علم اور سنت کی قلت ہو جائے گی اور جہالت اور بدعت کی کثرت ہو گی۔۔۔ (من یجدد) یبعث کا مفعول ہے۔ (لھا) اس ھاء ضمیر کا مرجع (ھذہ الامۃ) ہے (دینھا) یعنی سنت کو بدعت سے الگ کر دے گا۔ علم کی بہت زیادہ اشاعت کرے گا۔ اہل علم کی نصرت کرے گا۔ اہل بدعت کی قوت کو توڑے گا اور انہیں ذلیل کر کے رکھے گا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ مجدد صرف وہ ہو گا جو کہ علوم دینیہ، علوم ظاہرہ کا بھی عالم ہو گا اور علوم باطنہ کا بھی (یعنی شریعت و طریقت کا جامع ہو گا) (عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۴ ص ۱۷۸)

وھابی عالم کی اس مندرجہ بالا عبارت کو پڑھیئے تو آپ کے ذہن میں فوراً چند باتیں واضح ہوں گی۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتداء یا انتہاء میں ایک مجدد پیدا فرمائے گا۔

۲۔ یہ مجدد سنت کے چہرہ سے بدعت کو نوچ کر پھینک دے گا۔

۳۔ علم دین کی بہت زیادہ اشاعت کرے گا اور اہل علم کی نصرت فرمائے گا۔

۴۔ اہل بدعت کی شوکت و قوت کو توڑ کر رکھ دے گا اور انہیں ذلیل و خوار کرے گا۔

۵۔ علوم دینیہ ظاہرہ کا بھی عالم ہو گا اور علوم دینیہ باطنہ کا بھی۔ یعنی صدی کا مجدد بیک وقت جید عالم دین بھی ہو گا اور ولی کامل بھی۔

تیرھویں صدی کی انتہاء میں برصغیر میں جہالت اور بدعت مختلف رنگوں میں پورے جوبن پر تھی کہ خداوند قدوس نے امت مسلمہ پر رحم فرمایا اور ۱۰۔شوال ۱۲۷۲ھ میں ایک عظیم شخصیت پیدا ہوئی جس نے علم دین کی بے پناہ خدمت کی بدعت اور جہالت کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ یہ شخصیت، اعلیحضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں، فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہوئی۔

ہم اس باب میں اعلیحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کے کمالات پر کارناموں پر مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتے۔ جو حضرات فاضل بریلوی کے تجدیدی کارناموں سے آگاہی حاصل کرنا چاہیں وہ استاذ العلماء علامہ عبدالحکیم شرف قادری پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تالیفات کے علاوہ "انوار رضا"، "فاضل بریلوی اور امور بدعت" وغیرہ کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

امام احمد رضا اور ظہیر

امام احمد رضا خاں کے عشق رسول علی، تجدیدی کارناموں نے بارگاہ قدس میں بھی

قبولیت حاصل کی اور عوام الناس کے قلوب بھی ان کی محبت و عقیدت کے والہانہ جذبات سے لبریز ہو گئے۔ سامراج چونکہ امام احمد رضا خاں کے ہاتھوں بری طرح پٹ چکا تھا، ذلیل و خوار ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کا دل امام احمد رضا کی یہ مقبولیت دیکھ کر جل اٹھا۔ اس سامراج بدعت کی نگاہیں کسی ایسے ایجنٹ کی تلاش میں اٹھیں جس میں شرم و حیا کا نام نہ ہو۔ اس مقصد کیلئے نگاہ انتخاب ظہیر کی طرف اٹھی۔ کروڑوں ریال اس کی جھولی میں ڈال کر کہا گیا چل بیٹا اٹھ اور جس طرح بھی ہو سکے امام احمد رضا کو بدنام کر کے رکھ۔ اس نے بھی "بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن" پر عمل کیا۔ وہابیت اور سامراج ایجنٹی نے مل کر کذب و افتراء کے سانچے میں ڈھال کر "البریلویتہ" نامی کتاب تیار کی اور امام احمد رضا پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے۔

۱۔ امام احمد رضا خاں کا رنگ کالا تھا۔ ایک آنکھ بھی بے نور تھی۔

۲۔ بہت زیادہ غصہ ور تھے

۳۔ انگریز کے ایجنٹ تھے

۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کے شاگرد تھے۔ (اس لئے قادیانی اور بریلوی ایک ہی چیز ہیں)

۵۔ اصل میں یہ شیعہ تھے تقیہ کر کے سنی بنے رہے۔

۶۔ بریلوی امام احمد رضا کو معصوم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عصمت خاصہ نبوت ہے اس طرح یہ لوگ دراصل اپنے امام کو نبی سمجھتے ہیں۔

یہ چند موٹے موٹے اعتراضات ہیں جو ظہیر نے امام احمد رضا کی ذات پر کئے باقی کتاب میں اس نے اہل سنت کو مشرک اور بدعتی ثابت کرنے کی نہایت بھونڈی کوشش کی۔

انشاءاللہ آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام کا دامن ان تمام اعتراضات

سے پاک ہے۔ ظہیر کے الزامات کی دھجیاں بھی آپ فضائے آسمانی میں اڑتی دیکھیں گے اور آپ کا دل گواہی دے گا کہ واقعی یہ لوگ رسول اکرم ﷺ اور ان کے سچے غلاموں کی حزب اختلاف ہیں۔

ا۔ امام احمد رضا اور ان کی شکل و شباہت

نظریاتی لوگ جب بھی کسی شخصیت کو موضوع سخن بناتے ہیں تو اس کے کردار، نظریات اور افکار سے بحث کرتے ہیں۔ نہ کہ اس کی شکل و شباہت سے۔ خصوصاً اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔ دین اسلام میں اگر سرخ و سپید رنگ فرو مرتبہ کا اور سیاہ رنگ ذلت و رسوائی کا سبب ہوتا تو ابولہب ملعون جو رنگ و روپ میں اپنی مثال آپ تھا کبھی مردود نہ ٹھہرتا اور نہ ہی حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کا رنگ کالا تھا کبھی خدا و رسول کی مقدس بارگاہوں میں محبوب ٹھہرتے۔

اگر ظاہری آنکھوں کی موجودگی قرب خداوندی کی دلیل ہوتی اور آنکھوں کا نابینا ہونا خداوند قدوس کی بارگاہ اقدس سے بعد کی دلیل ہوتا تو نہ ابوجہل مردود ہوتا اور نہ ہی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جنت کے حقدار ہوتے۔

خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔

(پ۲٦ حجرات۱۴)

بیشک اللہ کے ہاں تم سب میں سے عزت والا وہی ہے جو تم سب میں زیادہ متقی ہے۔

خود سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان اللہ لاینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم

بیشک اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری صورتوں کو لیکن وہ

تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۷-۳۱۔ مطبوعہ نور محمد۔ کراچی)

اگر ظہیر کے دل میں قرآن و سنت کی وقعت ہوتی تو مندرجہ بالا نصوص کے پیش نظر وہ امام احمد رضا قدس سرہ کے جسم مبارک اور شکل نورانی کے متعلق یوں گوہر فشانی نہ کرتا لیکن سچ ہے۔ اذالم تستحی فاصنع ماشئت

اگر شکل و شباہت اور رنگ و روپ ہی حق و صداقت کا معیار ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت اہل سنت و جماعت کی قیادت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاھد ملت مولانا عبدالستار خا نیازی کے پاس ہے کیا وھابی مولویوں میں کوئی بھی فرد حسن و جمال اور شخصی وجاہت میں ان کا ہم پلہ ہے؟ ہر گز نہیں۔ تو کیا وھابی مولوی صاحبان مذہب اہل سنت کو برحق قرار دینے کیلئے تیار ہیں؟

آج بھی ہندو پاک کے اکثر وھابی۔ ادی صاحبان کا رنگ سرخ و سپید نہیں بلکہ سیاہی مائل چہرے ہیں کہ لوگ دور سے ہی ان کے چہروں پر پڑھی ہوئی نحوست کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ شیخ نجدی کی ذریت چلی آرہی ہے۔

شیخوپورہ کا ایک وھابی مولوی فیصل آباد میں اولیا کرام کی عظمت کے خلاف تقریر کر رہا تھا دوران تقریر اس نے کہہ دیا کہ "داتا کو کہو کہ میری ٹانگیں توڑ کر دکھائے" اس کا ایک چمچہ سن کر زور سے بولا سبحان اللہ۔ تقریر کے بعد یہی وھابی مولوی اپنے اسی چمچہ کے ساتھ شیخوپورہ جانے کیلئے بس پر بیٹھا راستہ میں ایکسیڈنٹ ہو گیا اس مولوی محمد حسین شیخوپوری کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور اس چمچہ کی ایک۔

کیا ہمیں بھی اس واقعہ کے پیش نظر یہ کہنے کی اجازت ہے کہ "وھابی مذہب جھوٹا ہے" آج بھی سعودیہ کا سب سے بڑا مفتی اور ظہیر کا استاذ بن باز اپنے چند دوسرے مفتیوں اور قاضیوں سمیت صرف ایک آنکھ ہی سے نہیں دونوں آنکھوں سے نابینا ہے۔ اور ثناء اللہ امرتسری و دیگر اکابر وھابیہ کا استاذ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی بھی۔ تو کیا ہمیں بھی یہ

الفاظ تلاوت کرنے کی اجازت ہے؟۔

من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔

(پ۱۵ بنی اسرائیل۷۲)

استاذ العلماء حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ اس الزام کی بہت پہلے ہی یہ لکھ کر دھجیاں اڑا چکے ہیں۔

"ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔

"منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔"

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا وہ لکھتے ہیں "ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔"

(اندھیرے سے اجالے تک ص۶۹)

جہاں تک امام کی ایک آنکھ کے بے نور ہونے کے الزام کا تعلق ہے اس پر ہم سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ امام احمد رضا اور ش[illegible]ت

امام احمد رضا پر ایک الز[illegible] ی ہے کہ ان کے مزاج میں بہت شدت تھی غصہ میں بہت جلد آجاتے تھے۔

ہمیں تسلیم ہے کہ آپ کے مزاج میں شدت تھی۔ لیکن یہ شدت صرف اور صرف

قرآن و سنت کے مخالفین کیلئے تھی خواہ مخالفین کا تعلق کھلے کفار سے ہو یا ان نام نہاد مسلمانوں سے جو کلمہ طیبہ پڑھ کر شان الوھیت و رسالت میں توہین کے مرتکب ہوئے۔

ہاں ہاں وہ ایسے ناہنجاروں کیلئے شمشیر بے نیام تھے بے غیرت نہ تھے۔ اور یہ شدت انہیں عاشقان رسول سے ورثہ میں ملی تھی۔ انہی عاشقان رسول ﷺ کے متعلق ارشاد ربانی ہے

والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

(پ۲٦ الفتح۲۹)

اور جو لوگ محمد ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

یہ عاشقان مصطفےٰ علیہ السلام۔ صحابہ کرام کا مقدس گروہ تھے۔ آپس میں اگرچہ انتہائی رحم دل تھے لیکن جب عظمت محبوب کریم کا معاملہ ہوتا تو تنقیص کرنے والوں کیلئے انتہائی سخت مزاج ثابت ہوتے۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نرم دلی سے کون واقف نہیں لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعود ثقفی نے سرکار دوعالم ﷺ کے سامنے توھین آمیز لہجہ اختیار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق جیسا حلیم الطبع شخص بھی نہ رہ سکا اور جو کچھ فرمایا وہ ایک وھابی عالم صفی الرحمان مبارکپوری کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

"اس پر حضرت ابوبکر نے کہا: لات کی شرمگاہ کا لٹکتا ہوا چمڑا چوس۔"

(الرحیق المختوم ص ۵۵۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

کیا ظہیر اور اس کے حواری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس غیرت ایمانی کو بھی عیب قرار دیں گے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا تھا۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (تفسیر فتح القدیر ازقاضی شوکانی طبع مقلدج ۱ ص ۴۸۴)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ایک گستاخ رسول ابورافع یہودی کو قتل کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۵۷۷ مطبوعہ نور محمد کراچی)

اگر ظہیر کا فلسفہ تسلیم کر لیا جائے کہ غیرت ایمانی کا مظاہرہ غصہ کی زیادتی کی دلیل ہے اور یہ عیب و نقص ہے تو صحابہ کرام پر کیا فتویٰ صادر کیا جائے گا؟

اپنے مؤقف میں نرمی کا مطالبہ صرف ظہیر ہی نے نہیں کیا بلکہ کفار مکہ نے بھی نبی اکرم ﷺ سے کیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے

ودوالوتدهن فيدهنون

(پ۲۹ القلم۹)

اسی آیت کریم کا ترجمہ ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کے قلم سے ملاحظہ ہو "چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا تو نرم ہو جائے تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔" (تفسیر ثنائی ص ۶۸۰)

معلوم ہوا کہ سچے مبلغ سے موقف میں نرمی کا مطالبہ کفار کا طریقہ ہے جب کہ گستاخان رسول کے مقابلہ میں سختی کرنا سنت صحابہ بھی ہے اور سنت الہی بھی۔

ولید بن مغیرہ کافر نے شان اقدس میں بک بک کی تو خداوند قدوس نے سورۃ القلم کی مقدس آیات نازل فرمائیں جن میں پہلے اپنے محبوب ﷺ کی شان بیان کی پھر گستاخوں کا رد بلیغ فرمایا۔ ان آیات بینات کا ترجمہ بھی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

میں رحمٰن ہوں۔ قسم ہے قلم کی اور ہر اس چیز کی جو لوگ لکھتے ہیں۔ تو خدا کے فضل سے مجنون نہیں ہے اور تیرے لئے دائمی بدلہ ہے اور تو اعلیٰ خلق پر قائم ہے تو بھی دیکھے گا اور یہ بھی دیکھیں گے کہ تم سے کس کو جنون ہے۔ یقیناً تیرا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہدایت یابوں سے خوب واقف ہیں۔ پس تو جھٹلانے والوں کا کہا نہ مانیو۔ چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا تو نرم ہو جائے تو وہ بھی نرم پڑ

جائیں گے۔ قسم کھانے والے، ذلیل، اکسانے والے، ادھر ادھر لگانے والے کار خیر کو روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے، بدکار، اکھڑ، علاوہ ازیں بدضمیر کی مت مانیو۔ (ترجمہ ثنائی۔ ص ۶۸۰)

امام احمد رضا خاں قدس سرہ میں یہی غیرت ایمانی تھی جس نے شان الوھیت وشان رسالت میں توہین کرنے والوں کو بے نقاب فرمایا چونکہ یہ توہین کرنے والے ظہیر کے بزرگ تھے اس لئے ظہیر کو اس گرفت میں بھی عیب نظر آیا۔

۱۔ علماء اہل سنت کا کہنا تھا کہ چونکہ سید عالم ﷺ "خاتم النبیین" ہیں اس لئے اب کوئی تمام صفات کمالیہ میں سید عالم ﷺ کا ہمسر کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اب جس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور ہمسر مانا جائے گا اس کو نبی بھی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ خداوند قدوس "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" فرما کر سلسلہ نبوت کو ختم فرما چکا ہے۔ تو اس کے جواب میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کہہ دیا کہ نبی اکرم ﷺ کا ہمسر، نبی اس دنیا میں آ سکتا ہے۔ یہ محال نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند قدوس اس بات پر قادر ہے کہ قرآن مجید کو لوگوں کے دلوں سے بالکل بھلا دے۔ جب کسی بھی شخص کو قرآن حکیم کا ایک لفظ بھی یاد نہ ہو گا پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کمالات میں مماثل اگر دنیا میں آ بھی جائے تو کونسی نص کی تکذیب ہو گی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

گویا اس امام الوھابیہ کے نزدیک خداوند قدوس کی بات واقع میں تو جھوٹی ہو سکتی ہے لیکن یہ جرم اس وقت ثابت ہو گا جب لوگ اس جھوٹ پر مطلع ہوں۔ اب آپ دہلوی جی کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود۔ پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصی از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست"۔

(رسالہ یکروزی ص ۱۴۴)

امام احمد رضا نے اگر اس کفری عبارت پر گرفت فرمائی ہے تو غیرت ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب جو شخص بھی اس کفری عبارت پر گرفت میں نرمی کا مطالبہ کرے وہ اپنا حشر خود سوچ لے۔

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے یہ بھی کہہ دیا

لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ حالانکہ جھوٹی باتیں گھڑنا اور فرشتوں اور نبیوں کو ان جھوٹی باتوں کی خبر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج ہے تو لازم آئے گا کہ انسان کی طاقت رحمٰن کی طاقت سے بڑھ جائے۔ اصل عبارت بھی ملاحظہ ہو۔

لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد۔

(رسالہ یکروزی ص ۱۴۵)

امام احمد رضا نے اس کفری عبارت پر گرفت کر کے کونسا جرم کیا ہے کیا واقعی جو کام بندہ کر سکتا ہے وہ خدا بھی کر سکتا ہے؟ اگر یہی بات ہے تو وہابیہ کو مندرجہ ذیل باتیں بھی ماننی پڑیں گی۔ توبہ توبہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

خدا کھانا کھا سکتا ہے۔ سو سکتا ہے، پاخانہ پیشاب کر سکتا ہے، راستہ بھول سکتا ہے۔ غافل بھی ہو سکتا ہے اور ظالم بھی، اپنی ناک کان کاٹ سکتا ہے، اندھا ہو سکتا ہے، گلا گھونٹ کر زہر کھا کر، ریوالور کا فائر کر کے، نہر دریا میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر سکتا ہے۔ وہابیوں کے مدرسہ میں بطور طالب علم داخلہ لے سکتا ہے، انسانوں کو استاد بنا کر ان سے سزا حاصل کر سکتا ہے۔ بت پرستی کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

ظہیر کے حواری بتائیں کیا خداوند قدوس مذکورہ کام کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کہو کہ کر

سکتا ہے (اگر نہ کر سکے تو انسان کی طاقت خدا سے بڑھ جائے گی کہ بندہ تو یہ کام کر سکے اور خدا نہ کر سکے) تو وھابیو تمہارا یہ دعویٰ کفر ہوگا۔ اور اگر کہو کہ خداوند قدوس یہ کام نہیں کر سکتا تو ہم اہل سنت وجماعت کا مذہب ثابت ہو جائے گا کہ خداوند قدوس ہر جا ہے پر قادر ہے۔ یعنی جو چیزیں اس کی شان کے لائق ہیں ان پر قادر ہے لیکن جو چیزیں شان الوھیت کے منافی ہیں۔ خداوند قدوس کیلئے عیب ہیں ان چیزوں سے اس کی قدرت بھی متعلق نہیں ہے۔

۳۔ مولوی اسماعیل نے یہ بھی لکھ دیا

یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دیں ہیں کہ اپنی خواہش کے مطابق ان سے کام لیتے ہیں۔ جیسے جب کچھ دیکھنے کو دل چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو بند کر لیں جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہو منہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کو دی ہیں۔ جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔)

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

خیال فرمایئے

دریافت کرنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابھی تک دریافت نہیں ہوا ہاں اسے اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے۔

اس خطرناک عبارت کا نتیجہ یہ ہے کہ خداوند قدوس کا علم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ جب امام احمد رضا خاں کے سامنے یہ خطرناک عبارت پہنچی تو انہوں نے شان الوہیت کی خاطر قلم اٹھایا۔ ظہیر کو اس حسن میں بھی عیب نظر آیا کاش وہ عظمت الوہیت پر اپنے بزرگ دہلوی جی کی عزت کو ترجیح نہ دیتا اور امام احمد رضا پر شدت کا الزام نہ عائد کرتا۔

علم الہی کے متعلق قرآن حکیم کی گواہی بھی ملاحظہ ہو

ان اللہ لا یخفی علیہ شیئ فی الارض ولا فی السماء۔

(پ۳ آل عمران۵)

ترجمہ:۔ اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں

یعلم مابین ایدیھم وماخلفھم

(پ۳ البقرۃ۲۵۵)

ترجمہ:۔ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے

وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا۔

(پ۷ الانعام۵۹)

ترجمہ: اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے

عالم الغیب و الشھادۃ۔

(پ۷ الانعام۷۳)

ترجمہ:۔ ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا

ان اللہ علم غیب السموات والارض۔ انہ علیم بذات الصدور۔

(پ۲۲ فاطر ۳۸)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی ہر چھپی بات کا بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

قرآن حکیم میں سے یہ پانچ آیات مبارکہ اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز کبھی بھی، کسی حالت میں بھی اللہ سے چھپ نہیں سکتی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کبھی کوئی چیز اللہ کے علم میں نہ ہو۔ لیکن ستیاناس ہو تعصب اور اکابر پرستی کا کہ جب ظہیر کے بزرگ دہلوی جی کے الفاظ

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے"

پر امام احمد رضا گرفت کرتے ہیں تو ظہیر چیخ اٹھتا ہے کہ احمد رضا میں شدت بہت تھی۔

۴۔ اسماعیل دہلوی نے تو یہاں تک کہہ دیا

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے" (تقویۃ الایمان ص ۲۵)

امام احمد رضا جیسا غیور مسلمان یہ پڑھ کر برداشت نہ کر سکا۔ جب اس خبیث عبارت پر گرفت فرمائی تو وہابیہ نے شدت کا الزام عائد کر دیا۔ ہاں ہاں امام احمد رضا بھی اور ہم جیسے گناہگار مسلمان بھی یہ پڑھ کر ضبط نہیں کر سکتے۔ اس گندے عقیدہ پر لعنت بھیجے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ہمیں پورا یقین ہے کہ محبوبان خدا بارگاہ خداوندی میں عزت والے ہیں۔ ذلیل صرف ان سے بغض رکھنے والے ہیں۔

جب کہ اسماعیل دہلوی جو ظہیر کا ایک بڑا بزرگ ہے اس کی نظر میں تو ہر مخلوق، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اللہ کی شان کے آگے اتنا ذلیل ہے کہ چمار بھی اتنا ذلیل نہیں ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس پلید اور خبیث عبارت میں انبیاء و اولیاء کا تو ذکر ہی نہیں۔ اس میں مخلوق کا ذکر ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اس لئے کہ اسماعیل امام الوہابیہ کے نزدیک بڑی مخلوق سے مراد ہی محبوبان خدا ہیں۔ خود لکھتا ہے۔

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اس کو چاہیئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔" (تقویت الایمان ص ۵۶ مطبوعہ میر محمد کراچی)

اس خبیث عبارت میں امام الوہابیہ نے تصریح کی ہے اولیاء، انبیاء، امام، امام زادے، پیر و شہید، جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں یہ سب بڑی مخلوق ہیں۔ اور صفحہ نمبر ۲۵ والی عبارت میں یہ کہہ دیا کہ "ہر مخلوق خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔"

چونکہ امام احمد رضا کو ان محبوبان خدا سے والہانہ عقیدت تھی ان کی شان میں یہ بکواس پڑھ کر نہ رہ سکے۔ سخت گرفت فرمائی جس پر امام الوھابیہ کا چیلا ظہیر چیخ اٹھا اور کہنے لگا۔ اجی صاحب احمد رضا میں شدت بہت تھی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہ

ظہیر، روپڑی، سب وھابی نجدی اللہ کی شان کے آگے خنزیر، کتے، بلے، اور چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ تو ظہیر کے ہمنواؤں کو غصہ آئے گا یا نہیں۔ اگر نہیں آئے گا تو سب وھابیوں کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل عبارت خوبصورت فریم کروائیں۔ مساجد، مدارس، اپنے مکانوں، دوکانوں پر آویزاں کریں تا کہ بگی توحید کا ڈنکا بجے۔

احسان الٰہیٰ ظہیر، عبدالقادر روپڑی، حبیب الرحمن یزدانی، ثناء اللہ امرتسری، صدیق حسن بھوپالی، نذیر حسین دھلوی، اسماعیل دہلوی اور ہر وھابی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا سب اللہ کی

شان کے آگے سوَر، کتے، بلے اور چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

اور اگر ظہیر کے ہمنواؤں کو یہ عبارت پڑھ کر مولوی محمد سعید احمد اسعد پر غصہ آئے، گالیاں بکنے لگیں تو پھر سن لو کہ امام احمد رضا خاں بھی کوئی "بے غیرت" نہ تھے کہ اسماعیل دہلوی امام الوھابیہ کی یہ خبیث عبارت پڑھ کر تاویلیں ڈھونڈنے لگ جاتے وہ تو سچے عاشق رسول تھے۔ غیرت فاروقی کا مظہر تھے۔ وہ کیسے خاموش ہو جاتے۔ ان کے پاس حق گو قلم تھا جسے انہوں نے محبوبان خدا کی عظمت کے تحفظ کی خاطر وقف کر رکھا تھا۔ اسی قلم سے امام الوہابیہ کی گستاخیوں کے پرخچے اڑا دیئے۔

خدا کی قسم! امام احمد رضا کی یہی شدت ان کی عظمت کی دلیل ہے آیئے دیکھیں کہ قرآن حکیم محبوبان خدا کی عزت کس طرح بیان فرماتا ہے۔

۱۔ وتعزمن تشاء و تذل من تشاء۔

(پ۳ آل عمران۲۶)

ترجمہ: اور جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر مخلوق ذلیل نہیں ہے بلکہ کچھ وہ شخصیات بھی ہیں جو بارگاہ خداوندی میں عزت والے ہیں۔

۲۔ فالذین امنوا بہ وعزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون۔

(پ۹ الاعراف۱۵۷)

ترجمہ:۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی عزت اور توقیر کئے اور اس کی مدد کئے اور جو نور اس کے ساتھ اترا ہو گا اس کی تابعداری کئے ہوں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

غور فرمایئے کہ محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عزت بارگاہ خداوندی میں کتنی ہے۔ اعلان خداوندی یہی ہے کہ کامیابی اسی کے قدم چومے گی جو محبوب کریم علیہ السلام کی

عزت و توقیر بجا لائے گا۔

۳۔ انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراً لتؤمنوا باللہ ورسولہ و تعزروہ و توقروہ۔

(پ۲۶۔ الفتح۸)

ترجمہ: اے رسول ہم نے تجھ کو گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت کرو۔

اس آیت کریمہ میں خداوند قدوس نے صاف صاف ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ اس کے محبوب کی تعظیم و توقیر بجا لائیں۔ اور ظاہر ہے تعظیم اسی کی کی جاتی ہے جو عزت والا ہو ذلیل کی عزت کیسے کی جا سکتی ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کو ایک بار رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی ذلیل کہا تھا (معاذ اللہ) اس کے جواب میں خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا

یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعزمنھا الأذل۔ وللہ العزۃ ولرسولہ و للمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون۔

(پ۲۸ المنافقون۸)

ترجمہ:۔ یہی لوگ کہتے تھے اگر ہم شہر میں گئے تو معزز لوگ ان ذلیل لوگوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ اصل عزت اللہ تعالیٰ کی ہے اور رسول کی اور ایمانداروں کی ہے۔ مگر منافق لوگ جانتے نہیں۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا۔

اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھاً فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین۔

(پ۳ آل عمران۴۵)

ترجمہ:۔ اس کا نام مسیح بن مریم ہو گا، دنیا اور آخرت میں بڑی عزت والا اور مقرب بندوں سے ہو گا۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

یایها الذین آمنوا لاتکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبرّأہ۔ الله مما قالوا۔ وکان عندالله وجیهاً

(پ۲۲ الاحزاب۶۹)

ترجمہ:۔ اے مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح نہ بننا جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی تو خدا نے ان کی بے ہودہ گوئی سے اس کو بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک بڑی عزت والا تھا۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ محبوبان خدا اللہ کی بارگاہ میں عزت والے ہیں اور جو ان کو ذلیل کہے وہ خود ذلیل ہے۔ (نوٹ) مندرجہ بالا آیات کریمہ کا ترجمہ ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ثنائی سے منتقل کیا گیا ہے۔

۵۔ ایک بد بخت نے یہ کہا کہ

"نماز پڑھتے ہوئے سرکار دوعالم ﷺ کا خیال کرنا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بھی برا ہے"۔

جب یہ خطرناک بات امام احمد رضا تک پہنچی تو امام نے اپنی جلالت علمی اور غیرت ایمانی سے اس باطل نظریہ کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ ہمیں تو اپنے پروردگار کی رحمت سے قوی امید ہے کہ وہ امام احمد رضا کو اس جہاد کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ لیکن چونکہ یہ کفری کلمات کہنے والے، مولوی اسماعیل دہلوی۔ سید احمد بریلوی ظہیر کے اپنے بزرگ تھے۔ اس لئے ظہیر نے یہ راگنی الاپی۔ اجی احمد رضا میں شدت بہت تھی۔

اب آیئے اس خطرناک مضمون والی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ پھر قرآن و سنت کی تعلیمات کا مشاہدہ فرمایئے پھر فیصلہ فرمایئے کہ امام احمد رضا کی یہ گرفت درست ہے یا ظہیر کا

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است۔ و صرف ہمت بسوئی شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بد تر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسوید ای دل انسان می چسپد بخلاف گاؤ و خر کہ نہ آں قدر چسپید گی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہاں و محقر می بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک می کشد۔ (صراط مستقیم فارسی ص ۸۶)

ترجمہ:۔ زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتماب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپید گی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

(صراط مستقیم اردو ص ۱۶۹)

اسماعیل دہلوی کی یہ بات متعدد وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

۱۔ یہ عقیدہ نہ تو کتاب اللہ سے ثابت ہے اور نہ ہی سنت رسول اللہ ﷺ سے۔ یہ عقیدہ نہ تو صحابہ کرام کے زمانہ اطہر میں مسلمانوں کا تھا نہ ہی تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کے زمانہ میں۔ اس لئے ظہیر اور اس کے ہمنواؤں کے اصول کے مطابق یہ گندہ عقیدہ خود بدعت ہے۔

۲۔ نمازی نماز میں دعاء مانگتا ہے اهدنا الصراط المستقیم۔ پھر نماز ہی میں اللہ کے پیاروں اور نیک بندوں کا خیال کر کے عرض کرتا ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم کہ یا اللہ مجھے ان نیک بندوں کے راستہ پر چلانا جن پر تیرا انعام ہوا ہے اور قرآن حکیم ہی نے ہمیں بتایا کہ انعام یافتہ لوگ چار ہیں

انعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

(پ۵ نساء۶۹)

جن لوگوں پر اللہ کا انعام ہوا وہ ہیں (۱) نبی۔ (۲)صدیق۔ (۳)شہید۔ (۴)صالحین۔ اب نمازی خداوند قدوس کی نماز پڑھتے ہوئے محبوبان خدا کا خیال کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ پروردگار مجھے نبیوں کے راستہ پر چلانا، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی راہ دکھلانا۔ اب یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ نماز کے دل میں ان منعم علیہم کا ادب احترام اور تعظیم موجود ہے اسی لئے تو ان کے راستہ پر چلنے کی دعاء مانگتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابوالوھابیہ کا یہ کہنا کہ "غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ اگر نماز میں غیر کا خیال یا تعظیم و اجلال واقعی منجر الی الشرک ہوتا تو خداوند قدوس نماز میں یہ دعاء مانگنے کا ہرگز حکم نہ فرماتا۔

۳۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم فرمایا ہے "باب رفع البصر الی الامام فی الصلوٰۃ" اور اس باب میں چند حدیثیں ذکر کی ہیں پڑھیئے اور وھابیہ کے عقیدہ پر لعنت بھیجئے۔

الف۔ عن ابی معمر قال قلنا لخباب۔ اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرا فی الظھر والعصر۔ قال نعم فقلنا بم کنتم تعرفون ذاک قال۔ باضطراب لحیتہ۔

(بخاری شریف ج۱ ص۱۰۳)

ترجمہ: حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر اور عصر کی نماز پڑھاتے ہوئے قرات کیا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

اس حدیث میں غور فرمایئے تو آپ پر یہ چیز واضح ہو جائے گی کہ صحابہ کرام رضوان

اللہ علیہم نماز پڑھتے ہوئے آپ کی چہرہ والا کی زیارت [illegible]
چاہیئے کہ نماز میں حالت قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر ہی ہونی چاہیئے۔ اگر نماز میں سید عالم ﷺ کا خیال مبارک کرنا شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا تو مجھے رب کعبہ کی قسم صحابہ کرام کبھی نماز میں حضور ﷺ کے چہرہ انور کی طرف نہ دیکھتے۔

ب۔ عن ابی اسحاق قال سمعت عبداللہ بن یزید یخطب قال حدثنا البراء وکان غیر کذوب انھم کانوا اذا صلوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم فرفع راسہ من الرکوع قاموا قیاماً حتی یروہ قد سجد۔

(بخاری شریف ج۱ ص۱۰۲)

ترجمہ:۔ ابو اسحق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن یزید کو خطاب فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ مجھے حضرت براء بن عازب نے بتایا اور وہ جھوٹے نہ تھے۔ انہوں نے فرمایا صحابہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے۔ آپ رکوع سے سر اٹھا لیتے تو وہ آپ کو کھڑے ہو کر دیکھتے رہتے یہاں تک کہ آپ سجدے میں جا لیتے (اس وقت صحابہ بھی سجدے میں جاتے)

نماز میں صحابہ کرام کا سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

ج۔ عن عبداللہ بن عباس قال خسفت الشمس علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا رسول اللہ رأیناک تناولت شیئاً فی مقامک ثم رأیناک تکعکعت فقال انی رایت الجنۃ تناولت منھا عنقوداً ولو اخذتہ لاکلتم منہ مابقیت الدنیا۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۰۳)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ہم نے دیکھا کہ آپ نماز میں اپنی جگہ پر ہی سے کسی چیز کو پکڑنے کیلئے آگے بڑھے۔ پھر آپ پیچھے ہٹے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے جنت کو دیکھا، میں اس میں سے ایک خوشہ لینے لگا اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا قائم ہے تم اس میں سے کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہابی عقائد کے دشمن تھے۔ وہ نماز تو اپنے پروردگار کی پڑھتے تھے لیکن نماز میں محبت اور تعظیم کے ساتھ دیدار مصطفیٰ علیہ السلام سے مشرف ہوتے رہتے۔

۲۔ جنت بھی نگاہ مصطفےٰ ﷺ سے اوجھل نہ تھی۔

۳۔ جنت سدرۃ المنتہیٰ سے بھی پرے ارشاد ربانی ہے

"عندها جنة الماوى"۔

(پ۲۷۔النجم۱۵)

ترجمہ:۔ اس سدرہ کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

یہ جنت اتنی دور ہو کر بھی مصطفےٰ کریم علیہ السلام سے دور نہ تھی۔ یہ تو اتنی قریب تھی کہ اللہ کے محبوب کا ہاتھ مبارک جنت کے خوشوں تک پہنچ رہا تھا۔ جب جنت سرکار دوعالم ﷺ سے دور نہ تھی۔ تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس دنیا کے شہر اور گاؤں مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی پہنچ سے دور ہوں۔

سوال:۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ کمال وقتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جنت ایک مرتبہ قریب کر دی پھر بعد میں مصطفیٰ علیہ السلام کی پہنچ سے دور کر دی۔

جواب:۔ ایسا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وعدہ خداوندی ہے

وللاخرة خیر لک من الاولیٰ۔

(پ۳۰۔ والضحیٰ)

اے محبوب تیرے لئے ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت عطا فرمائی بعد میں واپس لے لی تو پہلی گھڑی (جس میں نعمت حاصل تھی) بعد والی گھڑی (جس میں نعمت حاصل نہ تھی) سے بہتر ہو جائے گی۔ اس طرح یہ دعویٰ نص کے خلاف ہے۔

صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں

ثم اصلی قریباً منہ فاسارقہ النظر۔

(بخاری شریف ج۲ ص۶۳۵)

ترجمہ:۔ پھر میں نبی اکرم ﷺ کے قریب ہی نماز ادا کرتا اور نظریں چرا، چرا کر آپ ﷺ کو دیکھتا رہتا۔

۴۔ اگر نمازی کیلئے اللہ کے محبوب علیہ السلام کا خیال مبارک کرنا بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہونے سے بھی برا ہوتا تو ہمیں کبھی نماز میں السلام علیک ایھا النبی کہنے کا حکم نہ ملتا۔

سوال:۔ نماز میں السلام علیک ایھا النبی بطور حکایت کہا جاتا ہے نا کہ بطریق انشاء

جواب:۔ یہ غلط ہے۔ نماز میں نبی اکرم ﷺ پر قصداً ارادہ سے سلام عرض کیا جاتا ہے۔ کسی واقعہ کی حکایت اور تلاوت تشہد میں ہر گز نہیں اس لئے کہ صحیح حدیث ہے۔

۱۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ قبل عبادہ، السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقبل علینا بوجھہ قال لاتقولوا

السلام علی اللہ فان اللہ ھوالسلام فاذا جلس احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین فانہ اذا قال ذالک اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض۔۔۔ متفق علیہ۔

(مشکوۃ شریف ص۸۵۔ باب التشھد)

ترجمہ:۔ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تو کہا کرتے تھے اللہ کے بندوں کی طرف سے (اللہ کے بندوں پر سلام بھیجنے سے پہلے) اللہ پر سلام، جبرئیل پر سلام، میکائیل پر سلام، فلاں پر سلام ہو۔ نبی اکرم ﷺ نماز سے فراغت کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا السلام علی اللہ نہ کہا کرو اس لئے کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ پس جب بھی تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو یوں کہے

التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین

اللہ کے لئے تحیتیں، نمازیں اور طیب کلمے ہیں اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔

اس لئے کہ نمازی جب یہ الفاظ کہے گا تو یہ سلام زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا۔

معلوم ہوا کہ نماز میں سلام بطور حکایت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر بطور حکایت ہوتا تو ہر نیک بندے کو سلام کیسے پہنچتا۔

اسی حدیث کی شرح میں وھابیہ کے ایک ممتاز عالم نواب صدیق حسن خاں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اہل سنت کی حقانیت کی گواہی دیں۔

وتخصیص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنا برعظم حق وی س

برایشاں ولهذا تقدیم کردندآں رابر تسلیم برنفوس خود۔ پستر سلام کردند برخودها۔

ووجہ خطاب بہ آنحضرت بجہت ابقائی این کلام ست برآنچہ دراصل بود کہ شب معراج ازجانب پروردگار تعالیٰ و تقدس برآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطاب بہ سلام آمد پس آنحضرت درحین تعلیم امت نیز برهماں لفظ اصل گذاشت ایشاں را مذکر آں حال گردد۔

ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں ست در جمیع احوال واوقات خصوصاً در حالت عبادات۔ ونوارانیت وانکشاف دریں محل بیش ترو قوی تراست۔

وبعضی از عرفا قدس سرهم گفتہ اندکہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوۃ والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلیاں موجود و حاضر ست پس مصلی بایدکہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شهود غافل نبود تابہ انوار قرب واسرار معرفت منور و فائض گردد۔ آری شعر در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیستتہ می بیمنت عیاں و دعامی فرستمت۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام۔ ج۱ ص۲۵۹)

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ کی تخصیص اس لئے ہے کہ آپ کا نمازی پر بہت بڑا حق ہے اسی لئے نمازی خود پر سلام بھیجنے سے پہلے آپ ﷺ پر سلام عرض کرتا ہے بعد میں اپنے آپ پر۔

شب معراج اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اپنے محبوب کو سلام کہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے تشہد کی تعلیم میں امت کو وہی الفاظ سکھائے تاکہ (شب معراج مصطفیٰ علیہ السلام کی رفعتوں کا منظر) یاد رہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عبادت گذاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال میں اور تمام اوقات میں خصوصاً عبادت کی حالت میں اور اس حالت میں نورانیت اور انکشاف میں پہلے سے اضافہ ہوتا ہے۔

بعض عارفین قدس سرھم نے فرمایا ہے کہ نماز میں رسول اکرم ﷺ کو اس لئے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں، ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیئے کہ اس معنی و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکار دوعالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے متنور اور فیضیاب ہو۔

مسئلہ حاضر و ناظر کی مفصل بحث تو انشاء اللہ عقائد کی بحث میں آئے گی۔ سردست اتنی گذارش ہے ہم اگر سرکار دوعالم ﷺ کو حاضر تسلیم کریں تو ظہیر ہمیں مشرک و کافر قرار دیتا ہے۔ اور اگر یہی بات اس کا کوئی بزرگ لکھ دے تو وہ قابل تعظیم کیوں ہو جاتا ہے۔

امام غزالی ارشاد فرماتے ہیں

اور نبی ﷺ کے وجود باجود کو دل میں حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ و برکاتہ اور دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کامل تر عطا فرمائیں گے۔

(احیاء العلوم اردو۔ ص ۲۷۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تشہد میں صیغہ خطاب کی جو توجیہ بیان کی ہے۔ وہ بھی ملاحظہ ہو۔

ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الحی الذی لایموت فقرت اعینهم بالمنا جاۃ فنبھوا علی ان ذلک بواسطۃ نبی الرحمۃ و برکۃ متابعتہ فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین۔ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۲ ص۳۱۴ مطبوعہ لاہور) ۔

ترجمہ:۔ نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ باب ملکوت کو کھولا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ قدس میں حاضری کی اجازت مل گئی۔ مناجات سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ پس بتایا گیا کہ یہ سب کچھ رحمت والے نبی کے واسطہ اور آپ کی اتباع کی برکت سے ہے۔

مندرجہ بالا تحریر سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نمازیں السلام علیک ایھا النبی کہنا حکایت کے طور پر نہیں بلکہ بطریق انشاء ہے۔

۲۔ مسند امام احمد میں ہے

عن ابی مسعود عقبتہ بن عمرو قال اقبل رجل حتی جلس بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن عندہ فقال یا رسول اللہ اما السلام علیک فقد عرفناہ فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلاتنا صلی اللہ علیک قال فصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احببنا ان الرجل لم یسئلہ فقال اذا انتم صلیتم علی فقولوا اللھم صلّ علی محمد۔

(مسند امام احمد ج۴ ص۱۱۹)

ترجمہ:۔ حضرت ابو مسعود عقبتہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ ہم آپ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا یا رسول اللہ ہم نے آپ

پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو پہچان لیا ہے۔ پس ہم اپنی نماز میں آپ پر درود کیسے پڑھیں۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم تمنا کرنے لگ گئے کہ کاش اس آدمی نے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یوں کہو اللھم صل علی محمد (آخر حدیث تک)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں سلام بطور انشاء ہے نا کہ بطور حکایت وحابیہ خذلھم اللہ کی متعدد خبیث و دل آزار عبارتیں جب امام احمد رضا کے سامنے پیش ہوئیں تو آپ نے شرعی تقاضا پورا فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ چونکہ ظہیر اور اس کے حواریوں کو شریعت سے درحقیقت چڑ ہے۔ اس لئے انہوں نے امام احمد رضا کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔

امام احمد رضا نے جن جن عبارتوں پر گرفت فرمائی ان کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے تاہم مندرجہ بالا پانچ خطرناک عبارتوں اور ان کے مضرات پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ امام کی شدت صرف حق کیلئے ہی تھی۔

امام احمد رضا اور انگریز

ظہیر نے امام احمد رضا کی کردار کشی کرتے ہوئے ان کو انگریز کا ایجنٹ قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

اس وقت ضرورت تھی اتفاق و اتحاد کی۔ مل جل کر جدوجہد کرنے کی، ایک پرچم تلے متحد ہو کر انگریزی استعمار کو ختم کرنے کی۔ مگر استعمار یہ نہ چاہتا تھا۔ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو باہم دست و گریبان دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کیلئے اسے چند افراد درکار تھے۔ جو ان کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیں۔ ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کی قوت و

شوکت کو کمزور کر دیں۔ اس مقصد کے لئے انگریز نے مختلف اشخاص کو منتخب کیا۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی اور جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خاں بریلوی صاحب سرفہرست تھے۔

(بریلویت مترجم ص ۷۳)

نیز لکھا۔ "فرق تسد" یعنی لڑاؤ اور حکومت کرو کی مشہور انگریزی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لئے استعمار نے جناب احمد رضا خاں صاحب کو استعمال کیا تاکہ وہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر ان کے اتحاد کو ہمیشہ کیلئے پارہ پارہ کر دیں۔

اور عین اس وقت جب انگریز کے مخالفین ان کی حکومت سے نبرد آزما تھے اور جہاد میں مصروف تھے۔ جناب احمد رضا نے ان جملہ مسلم راہنمایان کا نام لے کر تکفیر کی جنہوں نے آزادی کی تحریک کے کسی شعبے میں بھی حصہ لیا۔

(بریلویت مترجم ص ۷۶)

ظہیر نے امام احمد رضا کو انگریز کا ایجنٹ ثابت کرنے کیلئے مندرجہ بالا اقتباسات میں دو باتیں لکھی ہیں۔

۱۔ جناب رضا نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا اور انگریزی حکومت میں مسلمانوں کے مابین انتشار پیدا کرنے والا انگریزی راج کی تقویت کا سبب بن کر انگریز کا ایجنٹ ہونے کا ثبوت فراہم کر گیا۔

۲۔ جناب رضا نے انہی لوگوں کی تکفیر کی جو انگریزی راج کے مخالف تھے۔ یوں انہوں نے انگریز کے دشمنوں کی مخالفت کر کے انگریز کو قوت دی۔

ان مندرجہ بالا دونوں باتوں کی حقیقت تو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ سردست ظہیر کے اس عنوان پر مزید دلائل بھی ملاحظہ ہوں تاکہ بحث مکمل ہونے کے بعد صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی رہے۔ چنانچہ ظہیر رقم طراز ہے۔

"چونکہ شرعاً جہاد آزادی کا دارومدار ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر تھا۔ اکابرین ملت اسلامیہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے چکے تھے احمد رضا صاحب نے اس بناء پر جہاد کو منہدم کرنے کے لئے یہ فتوی دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اور اس کے لئے ۲۰ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" یعنی اکابرین کو ہندوستان کے دارالاسلام ہونے سے آگاہ کیا۔"

(بریلویت مترجم ص ۷۷)

ظہیر نے امام کو انگریز کا ایجنٹ قرار دینے کیلئے دو دلائل مزید دیئے ہیں۔

۱۔ انہوں نے تحریک خلافت کی مخالفت کی۔ ۲۔ تحریک ترک موالات کی بھی مخالفت میں پورا زور لگا دیا۔

یوں ظہیر نے امام پر پانچ دلائل کی بنیاد پر انگریز ایجنٹی کی تہمت دھری اب ہم ان پانچوں اعتراضات کی حقیقت عرض کرتے ہیں۔ خداوند قدوس کی رحمت کاملہ سے امید واثق ہے کہ ظہیر کا کذب و افتراء پر مبنی "امام پر انگریز ایجنٹی کا الزام" پادر ہوا ثابت ہو جائے گا۔

ظہیر کا پہلا الزام یہ تھا کہ امام احمد رضا نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا تاکہ انگریز مسلمانوں کی آپس میں لڑائی کی وجہ سے آرام سے حکومت کرتا رہے۔

اس بات سے تو ہم بھی اتفاق کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے والا کفار اور شیطان کا ہی ایجنٹ ہوتا ہے، عبادالرحمن کے زمرہ میں شامل نہیں ہوتا۔ اگر امام احمد رضا نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا ہو تو ظہیر کا الزام درست ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے والے ظہیر کے اپنے بزرگ تھے اور امام احمد رضا ان مفسدین کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اپنی قوت ایمانی سے اسلام کے جھنڈے کو تھام کر کھڑے تھے تو امام "حزب اللہ" کے ایک فرد جلیل قرار پائیں گے اور ظہیر اور اس کے حواری "حزب الشیطان" کے۔

امام احمد رضا پر انتشار پھیلانے کا الزام اس وقت ثابت ہو سکتا تھا جب امام کسی نئے عقیدہ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے۔ نتیجتاً کچھ لوگ امام کے ساتھ ہو جاتے اور کچھ مخالف۔ یوں باہمی جھگڑے اور انتشار کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

الحمدللہ ہم پورے دعوی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا نے مسلمانوں کے سامنے کوئی نیا عقیدہ ہرگز ہرگز پیش نہیں کیا۔ بلکہ نئے عقائد پیش کرنے والوں کا پوری قوت سے مقابلہ کیا ہے۔

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کی گواہی ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجئے

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"

(شمع توحید ص ۴۰)

شیخ محمد اکرام امام احمد رضا کے متعلق لکھتے ہیں

"انہوں نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"

(موج کوثر ص ۷۰)

ایک اور وھابی عالم سلیمان ندوی لکھتے ہیں

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔

(حیات شبلی ص ۴۶)

معلوم ہوا کہ امام پر انتشار کا الزام غلط ہے۔ امام نے تو انتشار پھیلانے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ انتشار پھیلانے والے لوگ کون تھے اور ان کے نام کی مالا کون جپ رہا ہے۔

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں۔

خان صاحب نے فرمایا مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خواجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب، مولوی عبدالحی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی، مومن خاں، عبداللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تقویت الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہو گی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا۔ لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ارواح ثلثہ ص ۲۴۷)

اس عبارت کو ایک بار پھر غور سے پڑھیئے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ برصغیر میں انتشار کی بنیاد مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کی کتاب "تقویۃ الایمان" نے ڈالی ہے نہ کہ امام احمد رضا نے نیز اس انتشار کا فائدہ اسماعیل دہلوی نے کس کو پہنچایا یہ بھی وہابیہ کے انتہائی اہم فرد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر باسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نواب صاحب اسماعیل دہلوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انہوں نے اپنی کسی کتاب میں مسئلہ جہاد کا نہیں لکھا چہ جائیکہ ذکر جہاد باسرکار عالیہ

انگریزی۔ بلکہ سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدرشناسی کا اس وقت میں فرمایا۔ چنانچہ تحریر سید احمد خاں نیچر سے بھی ثابت ہے اگرچہ بہت سے مفسدین نے جن کا شعار فسق و فجور تھا ان کے مقابلہ میں بہت کوششیں کیں۔ مگر حکام انگریزی نے اس کی سماعت نہیں کی اور نہ کبھی ان سے تعرض کیا"۔

(ترجمان وھابیہ ص ۱۱)

رئیس الوھابیہ نواب صدیق حسن بھوپالی کے اس اقرار و اعتراف نے "انگریز ایجنٹی" کا سارا راز کھول کر رکھ دیا کہ برصغیر میں انگریز کا ایجنٹ مولوی اسماعیل دہلوی تھا نہ کہ امام احمد رضا اس لئے کہ انگریزی سرکار نے "معاملہ قدرشناسی کا" مولوی اسماعیل دہلوی کے ساتھ فرمایا۔ کیونکہ اسی دہلوی جی نے "لڑاؤ، حکومت کرو" کی پالیسی کو کامیاب کرنے کیلئے دن رات ایک کر دیا تھا۔

ظہیر نے امام احمد رضا کی "انگریز ایجنٹی" پر جو دوسری دلیل پیش کی ہے وہ یہ کہ جناب رضا نے انہی مسلم راہنماؤں کی تکفیر کی ہے جو انگریزی سرکار کی مخالفت میں سرگرم عمل تھے۔ یوں انہوں نے انگریز کے دشمنوں کو کمزور کر کے انگریز حکومت کو فائدہ پہنچایا۔ اسے کہتے ہیں "دن دیہاڑے علمی ڈاکہ و خیانت" یا یوں کہہ لیجئے چور بھی کہے چور، چور، چور۔

جناب امام احمد رضا نے جن نام نہاد مسلمانوں، ظاہری طور پر کلمہ پڑھنے والوں کے چہرہ سے نقاب اٹھا کر ان کی اندرونی "نجاست کفر" کو عام مسلمانوں کے سامنے ظاہر فرمایا وہ مندرجہ ذیل لوگ تھے۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی۔ ۳۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی۔ ۴۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ۵۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، ۶۔ مولوی اشرفعلی تھانوی (اور جو شخص بھی مندرجہ بالا چھ اشخاص کے کفر پر مطلع ہو کر پھر بھی ان کی تعریف کرے ان کے

کفر کو کفر نہ کہے وہ بھی اسی شرعی فتویٰ کی زد میں آجائے گا)

اب ہم ظہیر اور اس کے چیلوں چانٹوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان چھ میں سے کون تھا جو انگریزی سرکار کی مخالفت میں سرگرم عمل تھا۔

مرزا قادیانی نے خود دعویٰ کیا کہ میں نے انگریز کی حمایت میں جہاد کی مخالفت میں پچاس الماری کتابیں لکھیں ہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی پر بقول نواب صدیق حسن بھوپالی انگریز کا "دست شفقت" رہا کہ "سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدر شناسی کا اس وقت میں فرمایا"۔

(ترجمان وھابیہ ص ۱۱)

کیا مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوھی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرفعلی صاحبان میں سے کوئی بھی انگریز کے خلاف سرگرم عمل تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان لوگوں میں سے کوئی تو انگریزی سرکار کو اپنا مالک قرار دیتا رہا ہو اور کوئی اس زمانہ میں چھ صد روپیہ ماہوار انگریزی حکومت سے وظیفہ حاصل کرتا رہا ہو۔

معلوم ہوا کہ ظہیر کے اپنے اصول کے مطابق امام احمد رضا "انگریز کے ایجنٹ" نہ تھے بلکہ انگریز کے پٹھوؤں، چمچوں اور کڑچھوں کی تکفیر کر کے انگریز کے دوستوں کو کمزور کر کے انگریز حکومت کی مخالفت فرمائی۔

ظہیر نے امام کی انگریز ایجنٹی ثابت کرنے کیلئے تیسری دلیل یہ دی تھی کہ "چونکہ شرعاً جہاد آزادی کا دارومدار ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر تھا۔ لیکن جناب رضا نے اسے دارالحرب کی بجائے دارالاسلام قرار دیا۔"

اس تیسری دلیل کا بھی حشر ملاحظہ فرمایئے۔

انگریز حکومت کے خلاف جہاد کے متعلق رئیس الوھابیہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی رائے ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔

تو یہ ہے مناقب جہاد کے اور اس کی فضیلتیں قرآن اور کتب دین میں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ترجمہ سارے جہان میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر چھوٹا بڑا، عورت و مرد، گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں فارسی اور اردو اور عربی میں پڑھتا ہے بلکہ کوئی گاؤں اور شہر شاید اس سے خالی نہیں۔

مگر اس پر ثواب کا ملنا اور اجر کا حاصل ہونا جب ہی ہے کہ اس کی شرطیں جو شریعت میں مقرر ہیں وہ سب پائی جاویں اور اسباب و احکام اس کے موجود ہوں اور آجکل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ بلکہ اکثر ارباب دول و حکومت جنہیں اسلام کی خوبیوں اور ایمان کی باتوں سے بالکل واقفیت نہیں جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا اور کچھ نہیں اور کوئی اہل علم اور ارباب عقل سے اس کا قائل اور معترف نہیں۔ چنانچہ ایام غدر میں جو ملک ہندوستان میں بعضے راجہ بابو اور بہت سے نام کے نواب و امراء بنام نہاد جہاد ہندوستان کے امن و امان میں خلل انداز ہوئے اور انہوں نے لڑائی بھڑائی کا بازار گرم کیا اور یہاں تک کہ ان کے فساد و عناد کی نوبت پہنچی کہ عورتوں اور بچوں کو جو کسی شریعت میں واجب القتل نہیں ہیں بے تامل چیرڑ پھاڑ کر پھینک دیا۔ افسوس صد افسوس حالانکہ اسلام میں تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ کام خلاف شرع محمدی ہے اور کسی فرقہ اسلامیہ میں ہرگز جائز و روا نہیں۔ اور جو آج کل ایسا فتنہ برپاہ کرے وہ بھی ایسا ہی فتنہ پرداز اور از انجام تا آغاز اسلام میں دھبا لگانے والا ہے۔

اس لئے کہ علماء و اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والامقام فرنگ، فرماں روا ہیں۔ اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام۔ حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتوی ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی۔ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔

اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہوں غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک ہرگز جائز نہیں۔

علاوہ اس کے جہاد میں بڑی شرط تو یہ ہے کہ ایسے امام عادل، عالم کامل، صاحب فہم و فراست، دانشمند کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے کہ جس میں شرائط امامت بخوبی موجود ہوں اور اس ملک کے مرد ذی ہوش و معاملہ دان و عقلمند اس کی امامت کو پسند فرمادیں اور اس کو برضاورغبت خود بلاجبر و اکراہ اپنے اوپر بیعت عام کر کے حاکم بناویں اور اس لڑائی بھڑائی میں لڑکوں اور بچوں اور عورتوں اور بوڑھوں اور ضعیفوں کو قتل نہ کریں۔ اور اگر پھر دوسرا شخص دعوی امامت کرے تو باغی اور مفسد قرار دیا جاوے اور واجب القتل ہو اور یہ سب شرطیں غدر میں یک قلم مفقود اور غیر موجود تھیں، بلکہ ہر ملک و شہر میں جس کا جی چاہا اور اس کو وسوسہ سرداری نے گھیرا وہی سرکار سے باغی ہو کر لڑنے کو ٹھہر گیا اور اس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا۔ حالانکہ وہ جہاد نہ تھا سراسر فتنہ تھا۔ غرض شریعت اسلام کی بناء پر مسلمانان ہند کو ایسی حالت موجودہ پر کہ امن و امان خلائق اور رفاہ عوام بخوبی قائم ہے اور ہر ایک کو اپنے امور مذہبی کے اجراء کیلئے بموجب اشتہار گورنمنٹ مجریہ دربار قیصری دہلی کسی طرح کی مزاحمت اور مخالفت سرکار انگلشیہ سے مطلقاً نہیں۔ جہاد خیال کرنا خبط ہے اور جو ہرٹبونگیوں کی طرح بے فائدہ مارپیٹ کا اور لوٹ مار کا بازار گرم کرے اور اس کو جہاد کہے وہ بالکل شریعت کے خلاف عامل ہے۔ اور مفت ناحق جان و مال لوگوں کا ضائع کرتا ہے اور عزت و آبرو گنواتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ کسی عمل پر ثواب نہیں ملتا جب تک وہ خالص خدا کے واسطے اور موافق شرع شریف کے نہ ہو اور جب تک شریعت کے موافق نہ ہو اور خالص

اللہ کیلئے نہ ہو تب تک دونوں جہان کا زیاں اور جان ومال کا نقصان تصور کیا جاتا ہے۔

ہم کو بڑا تعجب آتا ہے ان لوگوں پر جنہوں نے غدر میں بغیر وجود شرائط کے اور بغیر وجود امام کے اور بغیر اتباع شرع کے باوجود قتل کرنے لڑکوں اور عورتوں کے جو محض بے گناہ اور معصوم تھے کیونکر فتوی دے دیا کہ یہ ہڑبونگ جاھلوں اور بعبر مفسدوں کا اور جمگھٹا بے وقوفوں کا جہاد ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ فتوی کس قرآن سے نکالا اور کونسی حدیث سے ثابت کیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اکثر حاکم اس وقت میں راجہ بابو اور ہند کے ہندو تھے کہ ان کی امامت مسلمانوں کے کسی فرقہ کے نزدیک جائز نہیں اور اکثر لوگ جنہوں نے اس وقت فساد وغدر میں حکام انگلشیہ سے مقابلہ کیا ہندو مذہب تھے کہ شراکت ان کی جہاد میں اور مدد لینا ان سے ہر گز جائز نہیں یہ بات صاف حدیث میں آئی ہے۔ پس اگر ہم اس کو مان بھی لیں کہ وہ سب اسلام کا نام لیتے تھے۔ تو بھی جب تک دار الحرب سے باہر جا کر کسی دار الاسلام کو اپنا وطن اور مسکن نہ ٹھہرادیں اور کسی امام کو جو شرائط امامت اپنی ذات میں رکھتا ہو اپنا امام اور حاکم مقرر کریں تب تک جہاد کا نام محض خبط ہے اور ایسا امام جو اسلام کے شرائط رکھتا ہو اس وقت میں حکم کیمیا و عنقا کا رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اہل اسلام میں اس وقت فرمانروا اور حکمران ہیں ان میں سے ایک بھی امامت کی صفتوں سے موصوف نہیں اور سلطنت اور حکومت کی شرطوں اور آداب اور احکام سے معروف نہیں۔"

(ترجمان وھابیہ ص ۱۵-۱۶-۱۷)

انہی نواب صاحب رئیس الوھابیہ نے اپنے مدعا کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ تحریر کیا۔

"اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ جو لڑائیاں غدر میں واقع ہوئیں وہ ہر گز جہاد شرعی نہیں اور کیونکہ وہ جہاد شرعی ہو سکتا ہے کہ جو امن و امان خلائق کا اور راحت و رفاہ مخلوق کا حکومت حکام انگلشیہ سے زمین ہند میں قائم تھا اس میں بڑا خلل واقع ہو گیا یہاں تک بوجہ بے

اعتباری رعایا نوکری کا ملنا محال ہو گیا اور جان و مال و آبرو کا بچانا وہم و خیال ہو گیا۔ امام شوکانی رحمتہ اللہ علیہ نے جہاں حکام کے عدل کا بیان کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر شریعت اسلام کے موافق عدل نہ ہو سکے تو حکام فرنگ کی طرح تو امن و امان رعایا اور اصلاح و درستگی برایا کا لحاظ رکھا جاوے غرض ان کی گواہی سے بخوبی معلوم ہوا کہ درستی ملک اور صفائی راہ اور رفاہ عوام اور امن خلائق اور امان مخلوق اور راحت رسانی رعیت اور آرام دہی بریت میں کام فرنگ کا مثل اور نظیر اس وقت میں ہرگز نہیں اگرچہ ہر وقت کے ملا اور مفتی خوشامد کی راہ سے باتیں بتاتے ہیں اور ہر کسی کو اچھا بتاتے ہیں۔ مگر میری نظر میں جو راجح اور صحیح معلوم ہوا وہ لکھ دیا۔ قبول و ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔

(ترجمان وھابیہ ص ۱۸)

مندرجہ بالا طویل عبارات کو ایک بار پھر غور سے پڑھیئے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ظہیر نے کس دیدہ دلیری سے اپنے بزرگوں کا جرم امام احمد رضا کے سر پر تھوپنے کی کوشش کی ہے اما ا نے تو ملک ہندوستان کے متعلق شرعی نقطہ نظر کا اظہار کیا تھا کہ اسے دارالحرب نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ یہ ملک "دارالاسلام" ہے۔ امام نے انگریز حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار کرنے سے کبھی نہیں روکا۔ بلکہ ہمیشہ برملا اس حکومت کے خلاف اپنی نفرت کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو خود تو تحقیق کے میدان میں قدم رکھتے نہیں بلکہ ظہیر جیسے کذابوں کی تحریرات کو ہی حق سمجھ کر اہل حق سے عناد شروع کر دیتے ہیں۔ صحیح صورت حال یہی ہے کہ خود وھابیوں نے انگریز کی خوشامد کی ہے۔ اس کی حکومت کو مضبوط بنانے کی کوشش کی ہے۔

اگر اب بھی کسی کو ہمارے اس دعویٰ میں شک ہو تو ہم ظہیر کے ایک اور بزرگ "مولوی محمد حسین بٹالوی" کی ایک کتاب "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے چند اقتباسات پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ معاملہ کی نوعیت نکھر کر سامنے آجائے۔ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔

۱۔ لا بعد یہ رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد میں دو غرضیں پیش نظر رکھ کر تالیف کیا ہے۔ اول یہ کہ ناواقف اہل اسلام جہاد کے متعلق مسائل و شروط اسلام سے واقف ہوں اور اقوام غیر سے جنگ کرنے کو صرف اس نظر سے کہ وہ مخالف اسلام ہیں شرعی جہاد سمجھ کر اس میں شامل ہونے کو دین نہ سمجھ لیں۔ جب تک کہ اس جنگ میں ان شرائط کا وجود جو شرعی جہاد کیلئے اسلام میں مقرر ہیں ثابت نہ کر لیں اور اس تحقیق شرائط و علم مسائل کے ذریعہ سے وہ ہمیشہ بلوے و فساد سے بچے رہیں نہ اپنے جان و مال کو بے موقع تلف کریں اور نہ لوگوں کی ناحق خونریزی کریں۔

دوسری غرض یہ کہ اقوام غیر اور گورنمنٹ جن کے ظل حمایت میں اہل اسلام کی نسبت یہ گمان نہ کریں کہ صرف مذہبی مخالفت کی نظر سے اقوام غیر کے ساتھ لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا اور لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا اور زور شمشیر سے اسلام پھیلانا ان کے مذہب اسلام کی ہدایت سے ہے۔

ان دونوں غرضوں کا نتیجہ یہ ایک غرض ہے کہ حاکم و محکوم اور عام رعایا اور خاص اہل اسلام میں رابطہ اتحاد پیدا ہو اور ملک میں ہمیشہ امن و امان قائم رہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص۱-۲)

۲۔ نتیجہ مسئلہ اولیٰ

اس مسئلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان کا کمال اور مسلمانوں کی نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہیں مسلمانوں کو اگر دین سے روک نہو تو صرف عبادت سے ان کی نجات و کمال ایمان متصور ہے۔ لہذا اقوام غیر کا مسلمانوں کی نسبت یہ گمان کہ جو ان میں پکا اور مذہب کا سچا ہوگا وہ اپنے مخالفین مذہب سے جہاد کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہوگا۔ محض غلط و بہتان ہے۔ جو مذہب اسلام سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص۹)

۳۔ نتائج مسئلہ دوم

مسئلہ دوم اور اس کے دلائل آیات و احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اقوام غیر کا مذہب اسلام کی نسبت یہ گمان کہ وہ صرف مذہبی ناگواری سے لڑنا سکھاتا اور جبراً اپنی تسلیم و اشاعت چاہتا ہے غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی۔

(۲)۔ ایسا ہی بعض ناواقف مسلمانوں کا ہر ایک مخالف مذہب سے صرف مخالفت مذہبی کی نظر سے لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا (جیسا کہ سرحدی ناواقف مسلمانوں کا دستور ہے) غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی۔

(۳)۔ جو مخالفین اسلام کسی کے مذہب سے تعرض کرنا جائز نہ سمجھیں اور اس امر کو خواہ بمقتضائے مداہنت خواہ بہ ہدایت مذہب خواہ بحکم عقل و اصول سلطنت بہت برا سمجھیں (جیسا کہ برٹش گورنمنٹ کا حال و چال ہے) ان سے مذہبی جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱۸)

۴۔ تیسرا مسئلہ

جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک "دارالحرب" نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پا لیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعایر اسلام کی آزادی رہے وہ بحکم حالت قدیم "دارالاسلام" کہلاتا ہے اور اگر وہ قدیم سے اقوام غیر کے قبضہ و تسلط میں ہو۔ مسلمانوں کو ان ہی لوگوں کی طرف سے ادائے شعایر مذہبی کی آزادی ملی ہو تو وہ بھی دارالاسلام اور کم سے کم دارالسلم و الامان" کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے۔ ان دونوں حالتوں اور ناموں کے وقت اس شہر یا ملک پر مسلمانوں کو چڑھائی کرنا اور اس کو جہاد مذہبی سمجھانا جائز نہیں ہے اور جو مسلمان اس ملک یا شہر میں باامن رہتے ہوں ان کو اس ملک یا شہر سے ہجرت کرنا واجب نہیں بلکہ اور ملکوں یا شہروں سے (متبرک

کیوں نہ ہوں) جہاں ان کو امن و آزادی حاصل نہ ہو ہجرت کر کے اس ملک میں آ رہنا موجب قربت و ثواب ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱۹)

۵۔ مسئلہ سوم کے نتائج

(۱)۔ اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے۔ اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں۔ (اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۲۵)

۶۔ مسئلہ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کے نتائج

ان مسائل اربعہ اور ان کے دلائل کے نتائج بیان کرنے سے پہلے دو امر واقعی نفس الامری کا بیان ضروری ہے۔

امر اول یہ کہ ملک ہندوستان پر برٹش گورنمنٹ کا پورا قبضہ و تسلط ہے۔ کوئی ذی شوکت سلطنت اس قبضہ و تسلط کی مزاحم نہیں ہے۔

امر دوم یہ کہ مسلمان جو ہندوستان میں اقامت گزین ہیں تین قسم میں منقسم ہیں۔

قسم اول:۔ اسلامی ریاستوں کے رئیس بااختیار (جیسے رئیس ٹونک، رئیس رام پور، رئیس بھوپال، رئیس حیدر آباد وغیرہ)

دوم:۔ ان رئیسوں کی ماتحت رعایا

قسم سوم:۔ خاص برٹش گورنمنٹ کی رعایا جو کسی اسلامی ریاست کے ماتحت نہیں ان تینوں اقسام سے ہر ایک برٹش گورنمنٹ سے دوستی و ترک مقابلہ و لڑائی کا عہد ہو چکا ہے۔

قسم اول نے تو گورنمنٹ سے صریح لفظی اور حقیقی عہد لکھ دیا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے کبھی مخالفت نہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے مددگار رہیں گے اور ایسا ہی اس وقت تک وہ

کرتے رہے ہیں قسم دوم کا عہد ان کے رئیسوں کے عہد میں داخل و شامل ہے۔ یہ امر اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ کبھی مسلمانوں کا ذمہ ایک ہوتا ہے۔ ادنیٰ شخص کسی سے عہد کر لے اور لڑنے مارنے سے امان دے تو اوروں کو اس عہد کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ پس چہ جائیکہ اعلیٰ طبقہ قوم کے رئیسوں اور سرداروں نے کسی کو عہد و امان دیدیا ہو۔

قسم ثالث سے بعض اشخاص کا تو صریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تحریراً و تقریراً حاضر و غائب خیر خواہی و وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرتے ہیں اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اہل حدیث داخل ہیں۔ جنہوں نے سرہنری دیوس صاحب بہادر کے عہد لفٹننٹ گورنری میں بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا جس پر ۱۸۷۶ء میں پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکلر بھی ان کی تصدیق و تائید میں مشتہر ہوا تھا۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۴۷-۴۸)

۷۔ ان مسائل (نمبر ۴، ۵، ۶، ۷) سے اور ان کے دلائل سے بلحاظ ان دو امور واقعیہ کے صاف اور یقینی طور پر ایک یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانان ہندوستان کے تینوں قسم کا (جب تک کہ وہ اپنے عہدوں پر (لفظی و حقیقی ہوں خواہ معنوی و حکمی، اصلی ہوں خواہ ضمنی) قائم رہیں اور اس گورنمنٹ کے ماتحت رہیں اور ان عہدوں کو علانیہ طور پر اٹھا کر یا حکومت گورنمنٹ سے باہر جا کر اپنے ارادہ مخالفت سے برملا گورنمنٹ کو اطلاع نہ دیں) اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (ان کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۴۹)

۸۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے

اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑتے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے کسی کو اونچے اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۵۰)

۹۔ ان دو نتیجوں سے یہ ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت و جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کر سکیں۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۷۲)

ہم نے مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ وھابیہ کے ہاں ایک بڑی محترم شخصیت ہے جس نے انگریز حکومت کو درخواست دیکر اپنے لئے "وھابی" کی بجائے "اہل حدیث" نام الاٹ کرایا تھا کی اس کتاب سے صرف اقتباسات پیش کئے ہیں جن سے بخوبی واضح ہو گیا کہ انگریز کی دلالی کرنے والے "وھابی" تھے نہ کہ امام احمد رضا۔

ظہیر نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں حصہ نہ لینے کو بھی "امام احمد رضا کی انگریز ایجنٹی" کی دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو امام کی فراست، دوراندیشی اور دو قومی نظریہ پر پختہ یقین جھلکتا نظر آتا ہے۔ تحریک خلافت ہو یا تحریک ترک موالات دونوں کی قیادت گاندھی کے پاس تھی۔ اس وقت جب کہ اکثر مسلمان ہندوؤں کے جال میں پھنس کر ہندو کو خوش کرنے کے لیے گائے کی قربانی بھی ترک کرنے کا اعلان کر چکے تھے۔ امام احمد رضا کی ذات نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ جس طرح انگریز مسلمان کا دشمن ہے اسی طرح ہندو بھی مسلمان کا دشمن ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں

فاضل بریلوی، ترک موالات کے نتیجہ میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے اس کی آنکھیں وہ کچھ دیکھ رہی تھیں کہ دوسری آنکھوں نے وہ نہ دیکھا، ان کا ذہن صاف وہ کچھ سوچ رہا تھا کہ اس طرف دوسروں نے رخ بھی نہ کیا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے مؤید اور ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جب فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو فاضل بریلوی نے صاف صاف فرما دیا۔

مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں میں مخالف ہوں۔ اس جواب سے علی برادران کچھ ناراض سے ہو گئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کیلئے مکرر ارشاد فرمایا

مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔

(فاضل بریلوی اور تحریک ترک موالات۔ انوار رضا ص ۴۷۵)

الحمدللہ قائد اعظم محمد علی جناح اور حضرت علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالعہ کر کے امام کے موقف کی حقانیت کو پوری دنیا سے منوایا کہ ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم۔

امام احمد رضا اور قادیانیت

ظہیر نے امام احمد رضا کو قادیانی ثابت کرنے کیلئے یہ لکھا ہے

"یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔"

(بریلویت مترجم ص ۴۱)

لعنۃ اللہ علی الکاذبین: امام احمد رضا کے بچپن کے ایک استاد محترم کا نام مرزا غلام قادر

بیگ صرہ تھا۔ لیکن یہ الگ شخصیت تھے جب کہ قادیانی کا بھائی ایک الگ شخصیت تھا۔
ضمیر کے حوالے یوں پر لازم ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کریں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے ملاحظہ ہو۔ (اندھیرے سے اجالے تک۔ ص ۹۷ تا ۱۰۱)

بالفرض اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ امام احمد رضا نے کچھ عرصہ مرزا قادیانی کے بھائی سے بھی پڑھا ہے تو اس سے کیا نتیجہ بر آمد ہو گا۔ اگر کوئی یہ نتیجہ بیان کرے کہ چونکہ جو مذہب استاد کا ہوتا ہے وہی مذہب شاگرد کا بھی ہوتا ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے۔

ہندوستان میں آج بھی لاکھوں مسلمان بچے سکولوں، کالجوں میں ہندوؤں اور سکھوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کیا ان تمام بچوں کو ان کے اساتذہ کی وجہ سے ہندو اور سکھ کہا جائے گا۔

قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال جیسی شخصیات نے بھی انگلینڈ میں غیر مسلموں سے تعلیم حاصل کی ہے کیا ان کو بھی غیر مسلم کہا جائے گا۔

آج بھی ملک پاکستان سے ہزاروں افراد جدید اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے مغربی ممالک کا سفر کرتے ہیں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں شاید ہی کوئی مسلمان ہو۔ تقریباً سبھی اساتذہ عیسائی، یہودی اور دوسرے قسم کے لوگ ہوتے ہیں کیا ان تمام حضرات کو ان کے اساتذہ کی وجہ سے عیسائی، یہودی اور دہریہ کہا جائے گا یا کہ ہر آدمی کے عقیدہ و ایمان کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اول تو یہی بات غلط ہے، دھوکہ ہے، فراڈ ہے کہ مرزا قادیانی کا بھائی امام احمد رضا کا استاذ تھا۔ بالفرض اگر ایسی صورت حال ہو بھی پھر بھی قادیانیت کے متعلق امام احمد رضا کا

نظریہ معلوم کئے بغیر "قادیانیت" کا الزام ان کے سر پر رکھنا انتہائی درجہ کی کمینگی ہے۔

امام احمد رضا نے اگر کسی بھی مقام پر مرزا قادیانی کو اچھے الفاظ سے یاد کیا ہوتا یا اس کے کفر میں توقف ہی فرمایا ہوتا تب تو ظہیر اور اس کے ہمنواؤں کا الزام قابل توجہ ہوتا لیکن امام نے تو مرزا قادیانی کا نام لیکر جابجا تکفیر فرمائی ہے اس کو مرتد قرار دیا ہے آپ کے ایک مستقل رسالہ کا نام ہے۔

قهر الديان على مرتد بقاديان

قادیان کے مرتد پر خدا کا قہر

ایک اور تصنیف کا نام ہے

الجراز الدياني على المرتد القادياني

قادیانی مرتد پر خدائی تلوار

قادیانیوں کے متعلق امام احمد رضا کا نظریہ مندرجہ بالا دونوں تصنیفات کے ناموں سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو عبدالواحد خاں صاحب نے سوال پوچھا "قادیانیوں سے کس طرح کسی پیرایہ میں بحث کی جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں۔"

امام احمد رضا نے اس کا جو جواب ارشاد فرمایا وہ ملاحظہ ہو۔

الجواب:۔ سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلمات کفر پر گرفت ہے۔ جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح اپلے گپلے پھر رہے ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی توہین۔ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو گالیاں ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن، اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں، ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوت عیسیٰ پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدم نبوت پر دلیل قائم ہے، یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہوسکتے، معجزات عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے صراحۃً

انکار اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آپ عیسیٰ سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بینات فرماتا ہے۔ یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیا سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشین گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے اور یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دادیاں، نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں۔ اور یہ کہ اسی خون سے عیسیٰ کی پیدائش ہے، اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحی الہیٰ آنے کا ادعا کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلام الہیٰ کہنا اور یہ کہ آیۃ کریم مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے میں مراد ہوں اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے کہ

انا انزلناہ بالقادیان و بالحق نزل

اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں۔ ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہو گا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے۔ مگر شان الہیٰ کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد، بیٹی پیدا ہوئی اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہو گا وہ انبیاء کا چاند ہو گا، بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں۔ اب کی ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مر گیا، بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی، دوسری بہت بڑی بھاری پیشین گوئی آسمانی جورو کی اپنی چچا زاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دے دے۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہ وحی آگئی کہ زوجنا کہا ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا۔ اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مر جائے گا۔ مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی۔ سلطان محمد خاں سے نکاح کر دیا۔ وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا نہ وہ شوہر مرا کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیئے۔ غرض اس کے کفر و کذب حد شمار سے باہر ہیں۔

کہاں تک گنے جائیں اور اس کے سوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کا ہے میں کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے انتقال فرمایا یا مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح مہدی و عیسیٰ ایک ہیں یا متعدد یہ ان کی عیاری ہوتی ہے۔ ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر فرض کیجئے کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام زندہ نہیں۔ فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے۔ فرض کیجئے کہ مہدی و عیسیٰ ایک ہیں پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے۔ کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے میں نبی ہوں۔ ہم کہتے ہیں تو کافر، اس کا فیصلہ ہونا چاہیئے، انبیاء کی توہینیں، انبیا کی تکذیبیں، معجزات سے استہزا نبوت کا ادعا اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا، آسمانی جورو، یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ٦ ص ۳۱)

امام احمد رضا کا مندرجہ بالا فتوی پڑھنے کے بعد بھی اگر ظہیر اور اس کے پیچھے امام کو قادیانی یا قادیانی نواز کہیں تو ہم اس کے جواب میں یہی عرض کریں گے۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

اگر قادیانیت نوازی دیکھنی ہو تو "باب اول" میں ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کے حالات ایک بار پھر پڑھ لیجئے۔

امام احمد رضا اور شیعیت

ظہیر نے امام احمد رضا پر شیعیت کا الزام لگاتے ہوئے کہا

"ان کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا، انہوں نے ساری عمر تقیہ کئے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تا کہ وہ اہل سنت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔

(بریلویت مترجم ص ۴۵)

پھر امام احمد رضا کی شیعیت ثابت کرنے کیلئے مندرجہ ذیل سات دلائل بھی دیئے

ہیں۔

۱۔ان کے آباؤاجداد کے نام شیعہ اسماء مشابہت رکھتے ہیں ان کا شجرہ نسب ہے احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔

۲۔انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔

۳۔انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشرواشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۴۔انہوں نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہل سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۵۔انہوں نے شیعہ کے اماموں پر مبنی سلسلہ بیعت کو بھی رواج دیا۔

۶۔وہ امام باڑوں کے ابجدی ترتیب سے ہر نام تجویز کرتے رہے۔

۷۔انہوں نے شیعہ کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے۔

قبل اس کے کہ ہم مندرجہ بالا سات دلائل کا تجزیہ کریں امام احمد رضا کی ایک زندہ کرامت پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

موجودہ دور کی ایک دہشت گرد مذہبی تنظیم "انجمن سپاہ صحابہ" کے موجودہ سربراہ ضیاء الرحمن فاروقی پہلے ہم اہل سنت کے خلاف سخت ترین زبان استعمال کرتے تھے اور یہاں تک کہہ جاتے تھے کہ احمد رضا کے شیعہ ہونے پر میرے پاس ستائیس دلیلیں موجود ہیں۔ لیکن اللہ کی شان دیکھیئے کہ جب اس تنظیم نے شیعہ کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی تو ان کے کفر کو ثابت کرنے کیلئے سہارا ملا تو وہ بھی امام احمد رضا کا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ امام کی زندہ کرامت ہے کہ جو لوگ پہلے امام احمد رضا کو شیعہ کہتے نہ تھکتے تھے آج شیعوں کے خلاف امام کے مجاہدانہ کردار کی تعریف کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔

شیعوں کا اہل سنت کے ساتھ بہت سے مسائل میں نزاع ہے، جن میں سے چند یہ

ہیں۔

۱۔ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں جب کہ اہل سنت ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔

۲۔ شیعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ، صحابیت اور ایمان کے بھی منکر ہیں جب کہ اہل سنت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔

۳۔ شیعہ مرتبہ امامت کو مرتبہ نبوت سے بلند سمجھتے ہیں اسی لئے وہ اپنے ائمہ کی اطاعت فرض قرار دیتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت کے ہاں اس امامت کا قطعاً کوئی تصور نہیں ہے اور غیر نبی کو نبی سے افضل سمجھنا بھی کفر ہے۔

اہل سنت ائمہ اہل بیت کی اطاعت کو فرض نہیں سمجھتے۔ ہاں اہل بیت کی محبت کو ذریعہ نجات ضرور سمجھتے ہیں۔

۴۔ وہ اصحاب ثلاثہ کو مرتد، ملعون (معاذ اللہ) تک کہہ دیتے ہیں جب کہ اہل سنت خلفاء ثلاثہ سمیت اہل بیت اطہار کی محبت و عقیدت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

۵۔ شیعہ کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلافصل۔ جب کہ اہل سنت کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

۶۔ شیعہ نبی اکرم ﷺ کی صرف ایک صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنھا کو تسلیم کرتے ہیں اور حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنھن کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ کی سگی صاحبزادیاں ہونے کے منکر ہیں جب کہ اہل سنت ان چاروں کو سرکار دو عالم ﷺ کی سگی صاحبزادیاں تسلیم کرتے ہیں۔

۷۔ شیعہ کی احادیث الگ ہیں جب کہ اہل سنت کی احادیث الگ۔

۸۔ شیعوں کی فقہ الگ، فقہ کے اصول الگ، جب کہ جملہ اہل سنت کی فقہ اور اصول الگ۔

یہ ہیں اہل سنت کے ساتھ شیعوں کے چند موٹے موٹے اختلافات۔

اگر امام احمد رضا نے اہل سنت اور شیعہ کے مابین متنازعہ مسائل میں شیعہ کے موقف کی تائید کی ہوتی تو طہیر کا الزام قابل توجہ ہوتا۔ لیکن ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ امام نے جہاں بھی ان متنازعہ مسائل میں سے کسی مسئلہ کے متعلق قلم اٹھایا ہے تو ان بدبخت شیعوں کے عقائد و نظریات کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے ہیں۔

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ان متنازعہ مسائل میں سے کسی بھی ایک مسئلہ میں امام احمد رضا کے قلم سے شیعہ موقف کی حمایت ثابت کر دیجئے اور مبلغ دس ہزار روپیہ انعام حاصل کیجئے۔

شیعوں رافضیوں کے متعلق امام احمد رضا کی رائے ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں بلاشبہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقاً کافر مرتد ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کو ہمارا رسالہ "ردالرفضہ" بحمد اللہ کافی ووافی، یہاں دو چار سندوں پر اقتصار، در مختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹

"کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولتہ الاالکافر بسب نبی اوالشیخین او احدھما"

(ہر وہ مسلم جو مرتد ہو جائے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی سوائے اس کے جو کسی نبی یا شیخین یعنی ابوبکر و عمر یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو گالی بکنے کے سبب سے کافر ہوا ہو)

ایضاً ص ۳۲۰۔ من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر ولاتقبل توبتہ

جس نے شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی بکی یا ان میں طعن کیا تو اس نے کفر کیا اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۱۳۵

فی الروافض من فضل علیا علی الثلثۃ رضی اللہ عنھم فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق اوعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما فھو کافر

رافضیوں میں سے جس نے حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی وہ تو بدعتی ہے اور جس نے حضرت سیدنا صدیق اکبر یا حضرت سیدنا فاروق

اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

اس کے بعد چند مزید حوالے نقل کرنے کے بعد فرمایا

اجمع علماء الاعصار علی ان من شک فی کفرھم کان کافرا

ہر زمانہ کے علماء کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ جو شخص ایسے رافضیوں کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۳۶-۳۷)

ایک جگہ ارشاد فرمایا

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قذف کفر خالص ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کفر خالص ہے اسی طرح تبرائیان زمانہ میں اور بھی کفر و ارتداد کی قطعی وجوہ ہیں جن کی تفصیل "ردالرفضہ" میں ہے اور ان کا کافر مرتد ہونا عامہ کتب (پھر تقریباً ۴۰ کتب کے نام درج ہیں) وغیرہا سے ثابت و روشن ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۲۵)

کیا اس طرح ڈنکے کی چوٹ رافضیوں، تبرائی شیعوں کو کافر، مرتد قرار دینے والا شیعہ ہو سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص امام احمد رضا کو شیعہ کہنے پر اصرار کرے تو اسے یہی کہا جا سکتا ہے۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

جہاں تک اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت اور عقیدت کا تعلق ہے تو اس تعلق پر امام احمد رضا کو بھی ناز ہے اور ہر بچے سنی کو بھی۔ کیونکہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کا ارشاد ہے

۱۔ عن ابی ذر قال وھو اخذ بباب الکعبة سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجا

و من تخلف عنها هلک رواہ احمد۔

(مشکواۃ شریف ص۵۷۴)

ترجمہ:۔ حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا۔ آگاہ رہو۔ تم میں میری اہل بیت کی مثال ایسے ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی۔ جو بھی اس میں سوار ہو گیا بچ گیا اور جو پیچھے رہ گیا تباہ ہو گیا۔ (جس نے میری اہل بیت سے محبت کی وہ تو نجات پا گیا اور جس نے محبت نہ کی وہ تباہ و برباد ہو گیا)

۲۔ احبونی لحب اللہ واحبوا اهل بیتی لحبی۔

(رواہ الترمذی۔ مشکوۃ شریف ص۵۷۳)

ترجمہ:۔ اللہ کی محبت کیلئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کیلئے میری اہل بیت سے محبت کرو۔

۳۔ عن جابر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجته یوم عرفة وهو علی ناقته القصواء یخطب فسمعته یقول یاایها الناس انی ترکت فیکم ماان اخذتم به لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اهل بیتی رواہ الترمذی۔

(مشکوۃ شریف ص۵۶۹)

ترجمہ:۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر یوم عرفہ میں اپنی اونٹنی قصواء پر خطاب فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ ارشاد فرمار ہے تھے اے لوگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان کے دامن سے وابستہ رہو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری اولاد میرے اہل بیت۔

۴۔ عن زید بن ارقم قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فینا

خطیباً بماء یدعی خما بین مکۃ والمدینۃ فحمداللہ واثنی علیہ و وعظ و ذکر ثم قال اما بعد الا یاایھا الناس انما انابشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی۔ وفی روایۃ کتاب اللہ ھو حبل اللہ من اتبعہ کان علی الھدیٰ ومن ترکہ کان علی الضلالۃ رواہ مسلم۔

(مشکوۃ شریف ص۵٦٨)

ترجمہ:۔ حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان خم نامی پانی کے کنویں کے قریب خطبہ ارشاد فرمانے کیلئے جلوہ گر ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ وعظ و نصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا اما بعد اے لوگو میں بھی بشر ہوں عنقریب میرے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ملک الموت آئے گا میں اس کی دعوت کو قبول کر لوں گا۔ میں تمہارے درمیان دو بہت بھاری (عظیم الشان) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ھدایت اور نور ہے۔ پس تم کتاب اللہ کو تھامے رکھو۔ اس کے دامن سے وابستہ رہو۔ پس آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کیلئے برانگیختہ فرمایا اور ترغیب دلائی پھر فرمایا۔ دوسری چیز میری اہل بیت ہے۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے حقوق کے متعلق خدا یاد کراتا ہوں۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے متعلق خدا یاد کراتا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اللہ ہی حبل اللہ (اللہ کی رسی) ہے۔ جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑا گمراہ ہو گیا۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔)

مولوی اسماعیل دہلوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ کا اور اہل بیت کا ایک مرتبہ ہے جیسے اس کی تعظیم چاہیئے ویسی ہی ان کی تعظیم چاہیئے اور جیسے کلام اللہ سبب ہدایت کا ہے ویسے ہی اہل بیت سبب ہدایت کے ہیں۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ اولیاء اللہ کے طریقہ سب اہل بیت پر منتہی ہوئے ہیں۔

(تذکیر الاخوان۔ تقویتہ الایمان ص ۱۴۷۔ مطبوعہ میر محمد کراچی)

مندرجہ بالا ارشادات مقدسہ سے معلوم ہوا کہ اہل بیت سے محبت و عقیدت خود سرکار دوعالم ﷺ سے محبت کی دلیل ہے اور اس محبت و عقیدت کا حکم نبی اکرم ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن بھی صادر فرمایا اور وہاں سے مدینہ منورہ واپسی پر غدیر خم کے مقام پر جہاں راستے متفرق ہوتے ہیں بھی دیا تاکہ ایمان والے کبھی بھی اہل بیت اطہار کے متعلق بدگمانی کا شکار نہ ہونے پائیں اور جس شخص کو اہل بیت سے محبت و عقیدت نہ وہ گمراہی کا شکار ہے۔

امام احمد رضا نے جابجا ائمہ اہل بیت کی تعریف کر کے اپنے کامل الایمان ہونے کا ثبوت فراہم فرمایا ہے۔ جب کہ ظہیر نے اس کو شیعیت قرار دیکر اپنے گمراہ ہونے کا ثبوت دیا ہے

نواب صدیق حسن خاں نے مناقب اہل بیت تحریر کرنے کے بعد تحریر کیا

"اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بیت کے یہ مناقب حسنین، فاطمہ اور علی رضی اللہ عنھم کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان کی اولاد کو بھی شامل ہیں۔ جمہور کے نزدیک وہ فضائل جو خاص ان کے نام پر آئے ہیں۔ مثلاً حسن و حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ وہ تو متجاوز نہیں۔ لیکن وہ الفاظ جو بصیغہ عموم آئے ہیں وہ متجاوز ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قیامت تک کی اولاد کو شامل ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امام مہدی علیہ السلام کو اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ اور ان کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ اور حسب و نسب کا ایک عظیم سلسلہ ہے۔ جب وہ آل رسول ہیں تو وہ سادات جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ سے تا ظہورِ مہدی دنیا میں گزر چکے ہیں یا گزریں گے یا فی الحال موجود ہیں قلت وسائط کے باعث بالاولی اہل بیت میں داخل ہیں بشرطیکہ ان کا اعتقاد و عمل قرآن و مجید کے مطابق ہو۔ (ابتغاء المغنی ص ۳۶۔۳۷)

ظہیر کے دلائل کا تجزیہ

ظہیر نے امام احمد رضا کی شیعیت پر پہلی دلیل یہ دی ہے کہ

ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے احمد رضا، بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔

ظہیر کی بد باطنی اور شقاوت ملاحظہ ہو کہ اس نے ان ائمہ اہل بیت کو شیعہ کے ائمہ قرار دیا اور اہل سنت کا ان مقدس ہستیوں سے تعلق ہی ختم کر دیا۔

لاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ نے تو ان مقدس ہستیوں کا صرف نام استعمال کیا ہے ان ائمہ کی طرف کذب و افتراء منسوب کیا ہے۔ جب کہ در حقیقت یہ ائمہ کرام خود بھی اہل سنت تھے اور اہل سنت ہی کے اکابر تھے۔

آج بھی مسجد نبوی شریف کے دونوں صحنوں میں اوپر کی جانب چاروں طرف عشرہ مبشرہ اور ائمہ اربعہ کے ساتھ ساتھ ائمہ اثناء عشر، ائمہ اہل بیت کے اسماء کرام بھی جلی حروف میں کندہ ہیں۔ اگر یہ ائمہ اثنا عشر شیعوں کے امام ہوتے اور اہل سنت سے ان کا تعلق نہ ہوتا تو مسجد نبوی شریف میں ان کے اسماء گرامی نہ نقش ہوتے۔

اگر ائمہ اہل بیت کے ناموں پر نام رکھنا شیعت کی دلیل ہے تو ظہیر اور اس کے چیلے مندرجہ ذیل مولوی صاحبان کے متعلق کیا فتویٰ صادر کریں گے۔

۱۔ محمد حسین شیخوپوری۔ ۲۔ محمد حسین بٹالوی۔ ۳۔ میاں نذیر حسین دہلوی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اپنا شجرہ نسب یوں تحریر کیا ہے۔ صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ بن عزیز اللہ بن لطف علی بن علی اصغر بن سید کبیر بن تاج الدین بن جلال رابع بن سیدر اجو شہید بن سید جلال ثالث بن حامد کبیر بن ناصر الدین محمود بن جلال الدین بخاری معروف بمخدوم جہانیاں جہاں گشت بن احمد کبیر بن جلال اعظم گل سرخ بن علی

موبد بن جعفر بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن علی اشتر بن جعفر زکی بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین سبط بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گویا میرے اور آنحضرت ﷺ کے مابین تینتیس نفوس کا واسطہ ہے اور ان میں سے آٹھ ائمہ اہل بیت ہیں جن کا شمار ائمہ اثنا عشر میں ہوتا ہے۔

خود نوشت سوانح حیات نواب محمد صدیق حسن خاں (بطرز جدید) المعروف بابقاء المنن ص ۲۸-۲۹۔

ایک جگہ ان ائمہ اثنا عشر کا تذکرہ یوں کیا

"میرے نسب میں بارہ ائمہ اہل بیت میں سے آٹھ تو متصل آتے ہیں اور وہ سب ساری امت کے پیشوا تھے۔"

(ابقاء المنن ص ۲۹۸-۲۹۹)

معلوم ہوا کہ ائمہ اہل بیت کو شیعہ کے حوالہ کرنا ظہیر اور اس کے حواریوں کا ہی دل گردہ ہے۔ جب کہ در حقیقت وہ ساری امت کے پیشوا تھے۔ اور ان کے ناموں پر محبت و عقیدت سے نام رکھنا ایمان کی علامت ہے۔

ظہیر نے امام احمد رضا کی شیعیت پر دوسری دلیل دیتے ہوئے کہا

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدہ اہل سنت سے وابستہ کوئی شخص ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا اپنے ایک قصیدے میں لکھا ہے

تنگ و چست ان کا لباس اور جو بن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش جل ۳ ص ۲۳)

ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ظہیر کے دل میں ذرہ بھی خدا کا خوف نہ تھا۔ اسی لئے اس نے ام المومنین کے ایک غلام پر یہ بیہودہ الزام عائد کر دیا۔

حوالہ دیتے ہوئے اس نے حدائق بخشش جلد سوم کا نام لیا ہے۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے حدائق بخشش ۲ جلدوں میں کامل ہے۔ یہ تیسری جلد نہ امام نے مرتب فرمائی نہ ہی امام کی زندگی میں شائع ہوئی۔

کسی اور شخص نے امام احمد رضا کے انتقال کے بعد امام احمد رضا کے نام سے یہ تیسرا حصہ شائع کر دیا۔ جب اس حصہ کی اشاعت پر اس کا مواخذہ کیا گیا تو اس نے معذرت کر لی توبہ نامہ شائع کرا دیا۔

کسی اور شخص کا جرم امام احمد رضا کے سر تھوپنا وہابی منطق تو ہو سکتی ہے قرآن و سنت کے نظام عدل کے تحت تو امام کا دامن اس الزام سے بری ہے۔

(نوٹ) اس توبہ نام کی پوری تفصیل علامہ شرف قادری نے "اندھیرے سے اجالے تک" کے صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۹ میں درج کر دی ہے۔ مزید تحقیق کے شائق حضرات اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

حدائق بخشش جلد ۲ میں امام نے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اہل اسلام کی مادران شفیق
بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

بنت صدیق آرام جان نبی
اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام
جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
شمع تابان کا شانہ اجتہاد
مفتی چار ملت پہ لاکھوں سلام

ظہیر نے امام احمد رضا کی شیعیت پر تیسری دلیل دیتے ہوئے کہا انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

اس الزام پر ہم سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہم پہلے ڈنکے کی چوٹ اعلان کر چکے ہیں کہ اہل سنت اور شیعہ کے مابین جتنے اختلافی مسائل ہیں ان میں سے کسی بھی ایک مسئلہ میں امام کے قلم سے اہل سنت کی مخالفت اور شیعہ کی حمایت ثابت کر کے مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام حاصل کیجئے۔

امام کی شیعیت پر چوتھی دلیل یہ دی گئی کہ

جناب احمد رضا صاحب نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہل سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ الزام بھی صرف الزامات کی تعداد بڑھانے کیلئے عائد کیا گیا ہے۔ ورنہ اس ظہیر نے جتنی بھی روایات پیش کی ہیں علامہ شرف قادری مدظلہ ان تمام روایات کو دیگر جلیل القدر سنی محدثین کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔

ملاحظہ ہو اندھیرے سے اجالے تک صفحہ ۱۲۱ تا ۱۳۶

پانچویں اور ساتویں دلیل امام کی شیعیت پر یہ پیش کی گئی کہ ائمہ اہل بیت کی مدح کرتے رہے۔ ان کے ناموں سے سلسلہ بیعت رواج دیا گیا اس کا جواب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ائمہ اھل بیت کی محبت اور مدح سرائی ایمان کی علامت ہے جب کہ ان سے بغض گمراہی کی۔ لگے ہاتھوں بیعت کے متعلق وہابیہ کے ایک نہایت اہم پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کی رائے بھی ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔ شوکانی فرماتے ہیں

فعلم انه يتاكد على كل شخص ليس له شيخ اواخ صادق ان يزن افعاله بالكتاب والسنة وكلام الائمة لينظر في ربحه و خرافه

پس معلوم ہوا کہ جس شخص کا کوئی شیخ یا برادر صادق نہ ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے افعال کتاب و سنت اور کلام ائمہ کے میزان پر تولتا رہے تاکہ اسے اپنے نفع و نقصان کا اندازہ ہو سکے۔

میرا حال یہ ہے کہ میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہیں کی اس لئے کہ مجھے قرآن و حدیث اور سلف صالح کی شروط کے موافق کوئی شیخ میسر نہیں آیا میں بیعت کے وجوب کا قائل تو نہیں البتہ اسے مستحب ضرور جانتا ہوں۔

(ابقاء المنن یعنی خود نوشت سوانح حیات نواب محمد صدیق حسن خاں ص۹۸-۹۹)

الحمدللہ امام احمد رضا کے سلسلہ بیعت میں وہ ائمہ اہل بیت ہیں جو بقول نواب صدیق حسن "ساری امت کے پیشوا تھے"

ظہیر نے چھٹی دلیل امام کی شیعیت پر یہ پیش کی ہے کہ وہ شیعوں کے امام باڑوں کے ابجدی ترتیب سے ہر نام تجویز کرتے رہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ ایک مرتبہ امام احمد رضا نے ایک امام باڑہ کا تاریخی نام ضرور تجویز فرمایا۔ لیکن کاش ظہیر میں بات سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو وہ اس واقعہ کو امام احمد رضا کی شیعیت کی دلیل بنانے کی بجائے امام کی شیعہ دشمنی کی دلیل بناتا۔

قصہ دراصل یہ ہے کہ شیعہ اپنے آپ کو رافضی کہلوانے سے بہت چڑتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھ کر امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنے والا واقعہ پڑھ کر امام کی ذھانت کی داد دیجئے۔

۱۲۸۶ھ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عمر چودہ سال تھی۔ ایک شخص نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔ آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا

"بدر رفض" (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں۔ اس نے کہا امام باڑہ گذشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا "دار رفض" (۱۲۸۵ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی فرمایا "در رفض" مناسب رہے گا۔ (حیات اعلیحضرت ص ۱۴۱)

امام احمد رضا اور عصمت

ظہیر نے یہ بھی گلہ کیا ہے کہ بریلوی اپنے امام کو معصوم سمجھتے ہیں حالانکہ عصمت خاصہ نبوت ہے

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ افتراء محض ہے کہ ہم اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں۔

بات صرف اتنی ہے کہ اکثر محققین کے نزدیک امام احمد رضا کی جملہ تحقیقات بالکل درست اور عین کتاب و سنت کے مطابق ہیں۔

جب کہ بعض محققین نے امام احمد رضا کی جلالت علمی، ان کے تفقہ کا اعتراف کرتے ہوئے، ان سے نیازمندی کا دم بھرتے ہوئے بھی چند مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ مثلاً فقیہہ

اعظم حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری رحمتہ اللہ علیہ، کا فتاوی نوریہ خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کا سالہ مسئلہ سیاہ خضاب اور محدث جلیل حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کی شرح صحیح مسلم۔ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ ہم اپنے امام الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو نہ تو نبی سمجھتے ہیں اور نہ ہی معصوم عن الخطاء۔ اگر ایسا سمجھتے تو مندرجہ بالا تینوں بزرگوں کو کافر یا کم از کم گمراہ ضرور سمجھتے۔ لیکن اختلاف مسائل کے باوجود ان تینوں بزرگوں کو اہل سنت ہی شمار کیا جاتا ہے۔

(نوٹ) یہ الگ بحث ہے کہ محققین علماء مذکورہ تینوں بزرگوں کی تحقیق سے بھی اختلاف فرمائیں۔

(ضروری نوٹ) ہم باب نمبر ۲ کو اسی پر ختم کرتے ہیں اگرچہ ظہیر نے امام کی علمیت پر بھی گفتگو کی ہے لیکن ہم نے قصداً اس بحث کو نہیں چھیڑا کہ اس الزام کا دندان شکن جواب استاذ العلماء حضرت مولانا اشرف قادری مدظلہ دے چکے ہیں۔

نیز:۔ علمیت نہ تو حقانیت کا معیار ہوتی ہے اور نہ ہی علوم سے عدم واقفیت گمراہی کا۔

وھابی عقائد

وھابی عقائد کی بنیاد محبوبان خدا کی توھین و تنقیص پر ہے۔ اور توحید کی تبلیغ کے نام پر یہی چیز جھلکتی نظر آتی ہے۔ ذیل میں ہم ان کے صرف چند عقائد پیش کر رہے ہیں جو ہمارے دعویٰ کی تصدیق کرتے نظر آئیں گے۔

عقیدہ نمبرا:۔ برصغیر میں وھابیت کے معمار اول مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون

ترجمہ:۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۵۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

یہی دہلوی جی مزید لکھتے ہیں۔

پھر ان سب سے اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۷۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)۔ نیز لکھا

واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لاتشرک باللہ شیئاً وان قتلت و حرقت

ترجمہ:۔ مشکوۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ معاذ بن جبل نے نقل کیا کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے نہ شریک ٹھہرا اللہ کا کسی کو گو کہ مارا جاوے تو اور جلایا جاوے تو۔

یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۷-۲۸)

ہم نے آپ کے سامنے تقویۃ الایمان کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں پیش کی ہیں۔ ان تینوں کو ایک بار پھر غور سے پڑھیئے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ دہلوی جی نے کس چابکدستی سے محبوبان خدا کی عظمت و اہمیت ختم کرنے کیلئے قرآن و سنت کا غلط ترجمہ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

پہلی عبارت میں لا الہ الا انا کا ترجمہ یوں کیا کہ "کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے" اور پھر ف کا نشان دیکر آیت کریمہ کی توضیح و تفسیر بھی یہی کی کہ "اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے"

حالانکہ لغت عرب میں الہ کا معنی لائق عبادت، معبود، تو ہے لیکن الہ کا معنی "ماننے کے لائق" ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے جو ترجمہ کیا ہے وہ بھی پیش خدمت ہے "اور جتنے رسول ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے ہیں ان سب کی طرف یہی پیغام ہم بھیجا کرتے تھے کہ بس میرے سوائے معبود برحق نہیں پس میری ہی عبادت کرو"۔

(ترجمہ و تفسیر ثنائی ص ۳۸۷)

سوچنے کی بات ہے کہ کیا مولوی اسماعیل دہلوی کو نہیں معلوم تھا کہ الہ کا معنی کیا ہے؟ یقیناً اسے معلوم تھا کہ اس لفظ کا معنی "عبادت کے لائق" ہے۔ "ماننے کے لائق"

نہیں۔ لیکن اگر وہ صحیح ترجمہ کرتا تو اس مقام پر توہین و تنقیص والا زہر کس طرح مخلوق خدا کو پلاتا

اب آیئے دیکھیں کہ کیا دہلوی کے بقول صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا چاہیئے اور اس کے سوا کسی کو نہیں ماننا چاہیئے یا معاملہ کچھ اور ہے۔

ارشاد ربانی ہے:۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغربہ ولکنّ البرّمن امن باللہ والیوم الاخرہ والملئکتہ والکتب والنبیین۔

(پ۲، البقرہ،۱۷۷)

ترجمہ:۔ یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا منہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ ہاں نیکی والے وہ لوگ ہیں جو خدا کو اور قیامت کے دن کو اور فرشتوں کو اور سب کتابوں اور نبیوں کو مانیں۔

(ترجمہ و تفسیر ثنائی ص ۳۱ از مولوی ثناء اللہ امرتسری)

اس آیت کریمہ میں صراحت سے بتا دیا گیا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ماننا کافی نہیں بلکہ یوم قیامت، ملائکہ اور جملہ انبیاء کرام کو بھی ماننا ضروری ہے۔ لیکن دہلوی صاحب اپنے مذموم مقاصد کیلئے راگ الاپ رہے ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو ماننے والا مشرک ہے۔ حالانکہ سچا مسلمان تو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہوئے سب کو مانے گا۔ ہاں دہلوی جی کو نہیں مانے گا۔

ارشاد ربانی ہے

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ کل آمن باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ۔

(پ۳ البقرہ ۲۸۵)

ترجمہ:۔ یہ رسول اور ایمان والے اپنے رب کی اتاری ہوئی باتوں کو مان گئے۔ سب نے اللہ کو

مانا اور اس کے فرشتوں کو، اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو ماننا۔

ارشاد ربانی ہے

یاایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل۔ ومن یکفر باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالاً بعیدا۔

(پ۵، النساء، ۱۳۶)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔

قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیات کریمہ اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ صرف اللہ کو ماننے سے کام نہیں بنے گا بلکہ انبیاء اکرام، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور یوم آخرت کو بھی ماننا پڑے گا۔ اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ مانے وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔

ارشاد ربانی ہے

ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نومن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً۔ اولئک ھم الکفرون حقاً واعتدنا للکفرین عذاباً مہیناً والذین آمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یوتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیما۔

(پ۶ النساء، ۱۵۰۔۱۵۱۔۱۵۲)

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے

رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہو گی۔ بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے۔ اور اللہ بڑا درگذر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مودودی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یعنی کافر ہونے میں وہ لوگ جو نہ خدا کو مانتے ہیں نہ اس کے رسولوں کو۔ اور وہ جو خدا کو مانتے ہیں مگر رسولوں کو نہیں مانتے اور وہ جو کسی رسول کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے سب یکساں ہیں ان میں سے کسی کے کافر ہونے میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں۔

(تفہیم القرآن ج۱ ص۴۱۴)

مندرجہ بالا ارشادات کریمہ کو ذہن میں رکھ کر مولوی اسماعیل دہلوی کا ترجمہ ایک بار پھر پڑھ لیجئے تاکہ وھابی ذہنیت کے متعلق آپ کے ذہن میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔

۱۔ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

ف۔ یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے۔

(تقویت الایمان ص۲۵)

۲۔ پھر ان سب سے اللہ صاحب نے یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔

(تقویت الایمان ص ۲۷)

۳۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویت الایمان ص ۲۸)

ایک حدیث پاک کے چند الفاظ ذکر کر کے ہم اس بحث کو ختم کر رہے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے امید واثق ہے کہ آپ پر وہابی ذہنیت واضح ہو گئی ہو گی۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ مؤدب ہو کر بیٹھے۔ چند سوالات کئے ایک سوال یوں تھا

فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر و تومن بالقدر خیرہ و شرہ قال صدقت۔

(مشکوٰۃ شریف ص۱۱)

ترجمہ:۔ مجھے ایمان کے متعلق بتایئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان اس چیز کا نام ہے کہ تو اللہ کو مانے۔ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم قیامت کو مانے اور تقدیر کی اچھائی اور برائی کو مانے۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ آپ نے سچ فرمایا۔

عقیدہ نمبر ۲:۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک حدیث پاک اور اس کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد ایک عجیب و غریب "عقیدہ" پیش کیا ہے۔ پہلے حدیث پاک ملاحظہ ہو

اخرج احمد عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی نفرمن المھاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لہ فقال اصحابہ یارسول اللہ تسجد لک البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم

ترجمہ:۔ مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا مہاجرین و انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا

پیغمبر خدا کو۔ سو ان کے اصحاب کہنے لگے کہ اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت پس ہم کو تو ضرور چاہیئے کہ تم کو سجدہ کریں۔ سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۶)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے بطور تواضع و انکساری اپنے آپ کو صحابہ کرام کا بھائی فرمایا۔ ورنہ نبی اکرم ﷺ ہرگز ہرگز ہمارے بھائی نہیں کیونکہ بھائی کے اشارہ آبرو پر عزت و آبرو، ماں باپ قربان کرنے کا اعلان نہیں کیا جاتا۔ جب کہ صحابہ کرام سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں عرض کیا کرتے بابی انت و امی یا رسول اللہ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ۔

بھائی کی بیوی بھابی، بھاوج، کہلاتی ہے جب کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویاں ہماری مائیں ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم

(پ۲۱ الاحزاب ۶)

ترجمہ:۔ خدا کا نبی مسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۵۰۱)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا "خدا کا نبی حضرت محمد مصطفی مسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے۔ یعنی جس قدر ان کی جانوں کے حقوق ان پر ہیں ان سے بھی کہیں زیادہ پیغمبر کے حقوق ان پر ہیں۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ کسی موقع پر کوئی کام ایسا پیش آجائے کہ نبی کی عزت قائم رکھنے اور بچانے کے لئے کسی مسلمان کی جان بھی کام آئے تو مسلمان کا فرض ہے کہ ایک جان کیا سو جان کو بھی قربان کردے کیونکہ

دل لیا ہے تو جان بھی لے لو
ہم سے بے دل رہا نہیں جاتا

چونکہ نبی کا حق مسلمانوں پر سب سے زیادہ ہے گو ماں باپ کے حقوق بھی بہت ہیں، ماں باپ کے حقوق کو بھی تو نبی ہی نے بتلایا ہے۔ نیز ماں باپ جسمانی مربی ہیں اور نبی روحانی مربی ہے جس کی تربیت کا اثر دائمی زندگی پر پہنچتا ہے۔ اس لئے نبی کے حقوق سب سے زیادہ ہیں اور اس کی بیویاں تعظیم و تکریم میں ان مسلمانوں کی مائیں ہیں۔
(تفسیر ثنائی ص ۵۰۱)

وھابیوں کے ہی ایک بڑے عالم احمد حسن صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھ کو اسی کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں بنے گا یہاں تک کہ میں اس کی جان اور اس کے مال اور اولاد اور تمام لوگوں سے اس کے نزدیک زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول آپ مجھ کو ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں یہاں تک کہ میری جان سے بھی۔ آپ نے جواب دیا۔ اے عمر ایمان اسی کو کہتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اسی مضمون کی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اوپر کی حدیثوں کا مضمون بیان فرما کر آیت کے ٹکڑے النبی اولی بالمومنین من انفسہم کو پڑھا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس مضمون کی سب حدیثیں آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں ہیں۔ (احسن التفاسیر ج ۵ ص ۱۸۸ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

مشہور غیر مقلد قاضی شوکانی لکھتے ہیں

ثم ان فی مصحف ابی بن کعب و ازواجہ امھاتہم وھواب لہم۔ وقراء ابن عباس۔ اولی بالمؤمنین من انفسہم وھواب وازواجہ امھاتہم۔

(تفسیر فتح القدیر ج۴ ص۲۶۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں یوں تھا و ازواجہ امہاتہم وھواب لھم کہ آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور آپ ﷺ مومنین کے باپ۔

حضرت عبداللہ بن عباس بھی پڑھا کرتے تھے وھواب و ازواجہ امہاتہم آپ ﷺ باپ ہیں اور ازواج مطہرات مومنین کی مائیں۔

قرآن مجید فرقان حمید کی نصوص مبارکہ اور احادیث مبارکہ اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں کہ نبی کرم ﷺ ہمارے بھائی نہیں ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی نے مشکوٰۃ کی جو حدیث پیش کی ہے اس میں نبی اکرم ﷺ کا خود کو "بھائی" فرمانا تواضع پر محمول ہے۔

لیکن ستیاناس ہو وھابیانہ گندی ذہنیت کا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس حدیث کی تشریح میں جو کچھ لکھا وہ اس کو اندر چھپے ہوئے توہین و تنقیص کے مادہ کو ظاہر کر رہا ہے وہ لکھتا ہے

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہیئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء، امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔

(تقویت الایمان ص۵۶ مطبوعہ میر محمد کراچی)

چلئے اس بحث کو رہنے دیجئے کہ نبی اکرم ﷺ کو "بھائی" کہنا چاہیئے یا نہیں۔ مولوی اسماعیل امام الوھابیہ کا یہ عقیدہ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے"۔

قرآن و سنت سے متصادم ہے یا نہیں؟

آیئے دیکھیں قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل اس مسئلہ میں ہماری کیا رہنمائی فرماتا ہے۔

بڑے بھائی کی تعظیم ایمان نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے بڑے بھائی کی تعظیم نہ کرے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ جب کہ محبوب خدا علیہ السلام کی تعظیم و توقیر مسلمان پر فرض ہے۔ اگر کوئی نبی اکرم ﷺ کی تعظیم نہیں کرتا تو وہ مسلمان بھی نہیں رہتا۔

ارشاد ربانی ہے

انا ارسلنک شاھدا و مبشراً و نذیراً لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسجوہ بکرۃ و اصیلاً۔

(پ۲۶ الفتح ۸-۹)

ترجمہ:۔ اے نبی، ہم نے آپ کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح و توقیر کرتے رہو۔

اس آیت کریمہ میں خداوند قدوس نے ایمان کے فوراً بعد اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم بجالانے کا حکم دیا ہے۔ بڑے بھائی کے متعلق یہ حکم تو قرآن میں مذکور ہے اور نہ ہی ذخیرہ احادیث میں۔ معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا۔ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" کتاب و سنت کے منافی ہے۔

ارشاد ربانی ہے

فالذین آمنوا بہ و عزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون۔

(پ۹ الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ:۔ پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا۔ وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ مصطفے علیہ السلام کی تعظیم فرض ہے۔ جو یہ تعظیم کرے گا جنت میں جائے گا اور جو تعظیم نہ کرے گا جنت کی ہوا بھی نہ پاسکے گا۔

اگر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی ہی ضروری ہوتی تو خداوند قدوس ایمان والوں کو یہ حکم قطعاً صادر نہ فرماتا

یاایھا الذین آمنوا لاتقولوا راعناو قولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم۔

(پ١ البقرہ ۱۰۴)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم راعنامت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو اور سنتے رہا کرو۔ اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہو گا۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

اسی آیت کی تفسیر میں ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

"افسوس کہ بجائے ماننے کے انہوں نے ایک عادت قبیحہ اختیار کر رکھی ہے کہ گول مول الفاظ بولتے ہیں جس سے مخاطب کچھ سمجھے اور ان کے جی میں کچھ ہو۔ چنانچہ تمہاری مجلس میں آتے ہیں تو ہمارے رسول کو دبی زبان سے "راعنا" کہہ کر گالی دے جاتے ہیں۔ جس کا مطلب تو لوگ اپنے خیال میں یہی سمجھتے ہو کہ آنحضرت سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف التفات فرمایئے مگر وہ یہودی اس سے اپنے جی میں کچھ اور ہی خیال کر کے کہتے ہیں۔ انھی کو دیکھ کر تم بھی ایسا بولنے لگ گئے ہو اس لئے ہم اعلان دیتے ہیں کہ اے مسلمانو تم راعنامت کہا کرو گو تمہاری وہ مراد نہیں جو ان کمبختوں کی ہے پھر بھی کیا ضرورت ہے کہ ایسے کلمات بولو۔ جس سے ان کی بے ہودہ گوئی کا رواج ہو اس لئے مناسب ہے کہ یہ چھوڑ دو اور انظرنا کہا

کرو جو اس کے ہم معنی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جب تم رسول کی خدمت میں آؤ تو کچھ بھی نہ کہو۔ بلکہ خاموش رہو اور سنتے رہا کرو۔ اس لئے کہ بولتے بولتے انسان کو زیادہ گوئی کی عادت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کبھی نہ کبھی گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ جس کے سبب سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا۔

(تفسیر ثنائی ص۱۹)

مندرجہ بالا تفسیر کو ایک بار پھر غور سے پڑھیئے تو آپ کا بال بال گواہی دے گا کہ نبی اکرم ﷺ کا ادب و احترام، تعظیم بڑے بھائی سے کروڑوں گنا زیادہ ہے۔ دوران گفتگو بڑے بھائی کی آواز سے آواز بلند ہو جائے تو نہ ایمان ضائع ہوتا ہے نہ ہی اعمال۔ لیکن محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ کا ادب ہمیں خداوند قدوس یوں سکھاتا ہے

یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی۔ لھم مغفرۃ واجر عظیم۔

(پ۲٦ الحجرات)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو: اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ اس کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا نے تقویٰ میں جانچ لیا ہے۔ ان کیلئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے۔

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

پس اے ایمان والو! نبی کا ادب یہاں تک ملحوظ رکھا کرو کہ اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو اور نہ اس کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے

سامنے بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ سنو۔ جو لوگ اس خوف سے ہمارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یعنی بلند آواز سے نہیں بولتے کہ مبادا ہمارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں ان لوگوں کو خدا نے تقویٰ اور پرہیزگاری میں جانچ لیا ہے وہ اس امتحان میں پاس ہو گئے ہیں اسی وجہ سے خدا کے نزدیک ان کیلئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا پورا ادب کیا۔ جیسا کہ کرنا چاہیئے۔

(تفسیر ثنائی ص ۶۱۷)

صحابہ کرام اور تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اب آیئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ دیکھیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی کیا کرتے تھے یا بہت زیادہ؟

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے جو منظر دیکھا اس کو وہابیہ کے ہی ایک عالم صفی الرحمان مبارکپوری یوں تحریر کرتے ہیں۔

اس کے بعد عروہ نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کے تعلق خاطر کا منظر دیکھنے لگا پھر اپنے رفقاء کے پاس واپس آیا اور بولا اے قوم، بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں۔ جتنی محمد کے ساتھی محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب وہ کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لئے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کیلئے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرط تعظیم کے سبب انہیں

بھر پور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔

(الرحیق المختوم ص ۵۴۰)

اگر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی ہی ہوتی تو سرور کائنات ﷺ صحابہ کرام سے فرما دیتے کہ "بڑے بھائی۔کے کھنکار کو چہرہ پر نہیں ملا جاتا۔ اس کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کیلئے والہانہ نہیں دوڑا جاتا۔ اس لئے اے صحابہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ ایسے مت کرو اس سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے۔"

لیکن نبی اکرم ﷺ کا صحابہ کرام کو منع نہ فرمانا بلکہ اس تعظیم کو دیکھ کر خوش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وھابیہ کا یہ عقیدہ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" انتہائی برا، اور قابل نفرت ہے کیونکہ یہ بغض مصطفیٰ علیہ السلام پر مبنی ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

عقیدہ نمبر ۳:۔ ایمان والے اپنا آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور تعریف کرتے نہیں تھکتے مولوی اسماعیل امام الوھابیہ نے مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف سے روکنے کیلئے ایک حدیث نقل کر کے ایک عجیب عقیدہ گھڑ کر پیش کر دیا۔ حدیث پاک اور اس پر امام الوھابیہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

"مشکوٰۃ کے باب المفاخرۃ میں لکھا ہے کہ ابوداوٗد نے ذکر کیا کہ مطرف نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو ہمارے سو فرمایا کہ سردار تو اللہ ہے پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو، سو فرمایا کہ خیر اس طرح کا کلام کہو یا اس سے بھی تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کر دے شیطان۔

یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، سو اس میں بھی اختصار کرو۔"

(تقویۃ الایمان ص۵۹۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا انت سیدنا کہ آپ ہمارے سردار ہو تو اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا السید اللہ کہ سردار تو اللہ ہے۔

لیکن قرآن حکیم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی سید کہا گیا ہے۔ ملائکہ نے حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا تھا

ان اللہ یبشرک بیحیی مصدقاً بکلمۃ من اللہ و سیّداً و حصوراً و نبیا من الصالحین۔

(پ۳ آل عمران۳۹)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتا ہے آپ کو یحییٰ کی جو تصدیق کرنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرمان کی اور سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور نبی ہوگا صالحین سے۔

اسی طرح زلیخا کے خاوند کو بھی سید کہا گیا۔ ارشاد ربانی ہے

واستبقا الباب وقدت قمیصہ من دبر والفیا سیدھا لدا الباب۔

(پ۱۲ یوسف۲۵)

ترجمہ:۔ اور دونوں دوڑ پڑے دروازہ کی طرف اور اس عورت نے پھاڑ ڈالا اس کا کرتہ پیچھے سے اور (اتفاق سے ایسا ہوا کہ) ان دونوں نے کھڑا پایا اس کے خاوند کو دروازے کے پاس۔

رسول اکرم ﷺ نے خود اپنے بارہ میں سید کا لفظ استعمال فرمایا ہے ارشاد فرمایا انا سید الناس یوم القیمۃ۔ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۷۰۴)

ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔

انا سید ولد آدم یوم القیامۃ

قیامت کے دن میں پوری اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔

(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱)

خود نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو "سید" فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق منبر پر ارشاد فرمایا۔ ابنی ھذا سید۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۲)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا

فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ

فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۲)

حسنین کریمین کے متعلق یوں ارشاد فرمایا

الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ

حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۷)

ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ مسجد کے قریب آئے تو قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم او سیدکم نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تم میں بہتر ہیں یا فرمایا تمہارے سید ہیں۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۷)

ایک حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد کے آنے پر صحابہ سے فرمایا "قوموا الی سیدکم" اپنے سردار کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۹۲۶)

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

ابوبکر سیدنا ،واعتق سیدنا یعنی بلالاً

ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی حضرت بلال کو آزاد کرایا۔

(بخاری شریف ج۱ ص۵۳۱)

امام الوھابیہ دہلوی جی کی پیش کردہ حدیث میں ہے کہ سید صرف اللہ ہے جب کہ مندرجہ بالا نصوص سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مخلوق پر بھی لفظ سید استعمال ہوا ہے۔ اس لئے لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ خداوند قدوس کی سیادت حقیقی اور ذاتی ہے۔ جب کہ مخلوق کیلئے سیادت مجازی اور عطائی ہے۔

پھر دہلوی کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ قولوا بقولکم او بعض قولکم کے معانی علماء نے مختلف بیان کئے ہیں۔

۱۔ ایک وھابی عالم شمس الحق عظیم آبادی اور ایک دیوبندی عالم خلیل احمد سہارنپوری نے ان الفاظ کو تواضع پر محمول کیا ہے۔

(عون المعبود شرح ابوداؤد۔ ج۴ ص ۴۰۳۔ بذل المجہود ج۶ ص ۲۴۲)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لاینبغی لعبد ان یقول انا خیرمن یونس بن متی

کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ یونس بن متی سے اپنے آپ کو بہتر کہے۔

(بخاری شریف ج۱ ص۴۸۱)

حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت مندرجہ بالا الفاظ تواضع پر محمول ہیں کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "فضلت علی الانبیاء بست" چھ چیزوں کی وجہ سے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔

(رواہ مسلم۔ مشکوۃ شریف ص ۵۱۲)

جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت فضیلت نہ دینے کا ارشاد تواضع پر محمول

ہے اسی طرح قولوا بقولکم او بعض قولکم والا ارشاد بھی تواضع پر محمول ہے۔

۲۔ وھابی عالم عظیم آبادی صاحب امام جلال الدین سیوطی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ

یہاں حذف واختصار ہے۔ دعوا سیدا او قولوا انبیا ورسولا کہ مجھے سید نہ کہو بلکہ نبی اور رسول کہو۔

(عون المعبود ص ۴ ص ۴۰۲)

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید کہنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ وہ لوگ نبوۃ والی سرداری کو

دنیاوی سرداروں کی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے منع فرما دیا۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ ابھی آپ کو "سیادت کل" کی بشارت نہ

سنائی گئی تھی۔

ہم نے حدیث پاک کی نہایت اختصار کے ساتھ تشریح کر دی ہے۔ جس سے بحمد اللہ

آپ کے ذہن مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ لیکن ستیاناس ہو وھابیانہ گندی ذھنیت کا کہ کھینچ

تان کر بعض نبی کا زہر عامۃ الناس کو پلانے کیلئے مندرجہ ذیل نتیجہ پیش کر دیا۔

"یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو

وہی کرو سو ان میں بھی اختصار کرو۔"

(تقویۃ الایمان ص ۵۹)

اگر یہ نتیجہ بیان ہوتا کہ تعریف کرتے ہوئے خدا، خدا کا بیٹا نہ کہہ دینا۔ شرک کی حدود

میں داخل نہ ہو جانا۔ تو درست ہوتا۔ لیکن کیا واقعی اللہ کے محبوب انبیاء اور رسولوں کے امام،

جس کا وزیر جبرئیل بھی ہو اور میکائیل بھی۔ جو رحمت کائنات بن کے آیا ختم نبوت کا تاج

سر پر سجا کے دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ اس کی تعریف بشر سے بھی کم کی جائے۔ نہیں، نہیں

ہر گز نہیں۔ بلکہ ہم تو یہی عرض کریں گے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

آیئے دیکھیں اس محبوب علیہ السلام کی تعریف کون کون کرتا ہے اور کس انداز سے۔ارشادربانی ہے

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔

(پ۲۲۔ احزاب)

ترجمہ:۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والوں تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام ضرور بھیجو۔

اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر جو صلوٰۃ نازل فرماتا ہے علماء نے اس کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں لیکن حضرت سیدنا ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی صحیح بخاری میں یوں موجود ہے۔ صلوٰۃ اللہ ثناوہ علیہ عند الملائکتہ اللہ تعالیٰ کی، نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کی تعریف فرماتا ہے۔

(بخاری شریف ج۲ص۷۰۷)

جس کی تعریفیں فرشتوں کا اجتماع فرما کر پروردگار فرمائے۔ اس کے متعلق یوں کہنا کہ ان کی تعریف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔" پرلے درجے کی بدبختی نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ ﷺ کی تعریف کما حقہ کرنے سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خود کو عاجز پاتے تھے۔ زرقانی شریف میں ہے

ان خالد بن الولید خرج فی سریۃ من السرایا فنزل ببعض الاحیاء فقال لہ سید ذلک الحی صف لنا محمدا فقال امانی افصل فلا

لعجزی عن التفصیل لان صفاتہ لایمکن الاحاطۃ بھا۔ (زرقانی علی المواھب ج۴ ص۱۷)

ترجمہ:۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک لڑائی کیلئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک بستی میں اترے۔ بستی کے سردار نے کہا محمد ﷺ کی تعریف فرمایئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا آپ ﷺ کے کمالات و صفات کا احاطہ ناممکن ہے اس لئے تفصیل سے ان کی تعریف کرنے سے میں عاجز ہوں۔

معلوم ہوا کہ صحابی تو نبی اکرم ﷺ کی تعریف کما حقہ کرنے سے عاجز ہیں۔ لیکن وھابی راگ الاپ رہے ہیں کہ "صرف بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو" بستی کے سردار نے عرض کی اگر آپ محمد ﷺ کی تفصیلی تعریف نہیں کر سکتے تو بطور اجمال ہی کچھ بیان فرما دیجئے۔ تو حضرت خالد بن ولید بن رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انہ بالغ الغایۃ فکل ماتصور فیہ من کمال دون ماثبت لہ۔

(زرقانی علی المواھب ج۴ ص۱۷)

ترجمہ:۔ محمد ﷺ ہر کمال اور خوبی کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔ جو کمال اور مرتبہ نبی اکرم ﷺ کیلئے تصور کیا جا سکتا ہے۔ محمد ﷺ کمالات میں ان تصوارت سے بھی بڑھ کر ہیں۔

اب ظاہر بات یہی ہے کہ سچی تعریف ہمیشہ کسی نہ کسی حسن، کمال اور خوبی کی ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایسے کی تعریفیں شروع کر دے جس میں نہ تو کوئی کمال ہو اور نہ ہی خوبی تو یہ تعریف جھوٹی تعریف کہلائے گی۔

جب نبی اکرم ﷺ کے کمالات کی کوئی حد نہیں ہے تو آپ کی سچی تعریف کی بھی کوئی حد نہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی امام الوھابیہ کا یہ کہنا کہ آپ کی تعریف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو" نبی اکرم ﷺ کے کمالات گھٹانے کے مترادف ہے لیکن

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

سچ ہے مومن اور کافر و منافق کے مابین فرق کرنے والی ذات محمد کریم ﷺ کی ہے جو آپ پر ایمان لائے آپ کی تعظیم بجالائے تعریف کرے وہ مومن اور جو آپ کی تعریف سن کر جلے وہ کافر و منافق ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین الناس

محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کر دینے والے ہیں۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۸۱)

اب آیئے دیکھیں کہ نبی اکرم ﷺ کو کتنے کمالات عطا فرمائے ہیں تاکہ انہی کمالات کے حساب سے آپ ﷺ کی تعریف کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثرت سے کمالات عطا فرمائے ہیں تو آپ کی تعریف کثرت سے کرنی چاہیئے اور اگر اختصار سے کمالات دیئے تو اختصار سے۔ ارشاد ربانی ہے

انا اعطیناک الکوثر۔

(پ۳۰۔ الکوثر)

ترجمہ:۔ ہم نے تجھ کو بہت سی خیر و برکت دے رکھی ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۷۳۰)

اسی آیت کی تفسیر میں ظہیر کے شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔ اے رسول یہ لوگ تو تجھے ہر قسم کی برائی سے آلودہ جانتے بلکہ ابتر (بے اولاد) بھی کہتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک تو سراسر خیر و برکت ہے ہم نے تجھ کو بہت سی خیر و برکت دے رکھی ہے جس کا ظہور وقتاً فوقتاً ہوتا رہے گا۔ کوثر کے معنی خیر کثیر ابن عباس سے آئے ہیں۔ (معالم وغیرہ)۔

(تفسیر ثنائی ص ۰۰۰)

دیوبندی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

کوثر کے معنی "خیر کثیر" کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری۔ یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے۔۔ "البحرالمحیط" میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی دنیاوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ کو یا آپ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت وہ حوض کوثر بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔

(تفسیر عثمانی ص ۷۸۸)

(اے ارحم الراحمین۔ اس خطاکار و سیاہ کار کو بھی اس سے سیراب فرمایئے) آمین۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

کوثر کا لفظ:۔ یہاں جس طرح استعمال کیا گیا ہے اس کا پورا مفہوم ہماری زبان تو در کنار، شاید دنیا کی کسی زبان میں بھی ایک لفظ سے ادا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے لغوی معنی تو بے انتہا کثرت کے ہیں۔ مگر جس موقع پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس میں محض کثرت کا نہیں بلکہ خیر اور بھلائی اور نعمتوں کی کثرت اور ایسی کثرت کا مفہوم نکلتا ہے جو افراط اور فراوانی کی حد کو پہنچتی ہوئی ہو اور اس سے مراد کسی ایک خیر یا بھلائی یا نعمت کی نہیں بلکہ بے شمار بھلائیوں اور نعمتوں کی کثرت ہے۔

(تفہیم القرآن جلد ۶ ص ۴۹۲)

معلوم ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ کو ملنے والے کمالات، خوبیوں، بھلائیوں کی ہماری معلومات سے اعتبار سے کوئی حد نہیں ہے تو آپ کی تعریف، صفت و ثناء کی بھی کوئی بشر حد بندی نہیں کر سکتا۔

ایک اور طرح

ہم اسی بات کو ایک اور طرح بھی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما

تین چیزیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔ اللہ اور اس کا رسول باقی ہر چیز سے محبوب تر ہوں۔

(بخاری شریف ج ا ص ۷)

نیز ارشاد فرمایا

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

تم میں سے کوئی شخص اتنی دیر تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری شریف ج ا ص ۷)

معلوم ہوا کہ جس شخص کے دل میں باقی تمام مخلوقات سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔ ایمان دار ہو گا اور جس شخص کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی بجائے کسی اور مخلوق سے زیادہ محبت ہو گی وہ بے ایمان ہو جائے گا۔

ظاہر بات ہے کہ آدمی کسی نہ کسی کمال اور خوبی کی بناء پر ہی کسی سے محبت کرتا ہے۔ جس میں نہ تو کوئی خوبی ہو نہ ہی حسن و کمال۔ بندہ طبعی طور پر اس سے محبت کر ہی نہیں سکتا ہے۔ کسی کو محبت ہوتی ہے ظاہری حسن و صورت سے، کسی کو علم و شجاعت سے کسی کو علم و سخاوت سے وغیرہ وغیرہ۔ اب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی سمجھئے۔ فرمایا اگر کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر کسی اور مخلوق سے محبت کرے گا تو اس کا معنی و مفہوم یہ ہو گا کہ وہ اس کمال و خوبی میں کسی اور کو مجھ سے بڑھا ہوا مانتا ہے اور جو شخص کسی بھی کمال و خوبی میں

کسی اور مخلوق کو مجھ سے بڑھایا ہوا مانے وہ ایماندار نہیں ہو سکتا۔

جب ہر ہر کمال اور ہر ہر خوبی میں رسول اللہ ﷺ ہر مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں تو ہر مخلوق سے بڑھ کر آپ کی تعریف بھی ہو گی۔ معلوم ہوا کہ تعریف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اختصار کی تلقین کرنے والے حلاوت ایمان سے بے بہرہ ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

ورفعنالک ذکرک۔

(پ۳۰ الانشراح۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

اس آیت کریمہ نے واضح طور پر ہمیں بتلا دیا۔ جتلا دیا کہ محبوب ﷺ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے محبوب کے ذکر کو بلند کر دیا ہے اور اب جو شخص اس بلند ذکر میں اختصار، کمی کی تلقین کرے تو اس کا مقابلہ ہم اہل سنت کی بجائے براہ راست خداوند قدوس سے ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے خلیفہ مجاز عبدالماجد صاحب دریا آبادی لکھتے ہیں۔

چنانچہ کلمہ شہادت میں، اذان میں، اقامت میں تشہد میں خالق کے نام کے ساتھ ساتھ اگر مخلوق میں سے کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ ہی کا۔ ورفعنا ضمیر متکلم قابل غور ہے۔ آپ کا آواز تو ہم نے بلند کر رکھا ہے۔ نہ کسی کی مخالفت چلنے پائی نہ کسی معاند کی کوئی تدبیر کارگر ہونے پائی۔ لک ل تخصیص کا ہے۔ یعنی ایسی رفعت آپ ہی کیلئے ہے۔ کوئی اس تک آپ کا شریک نہیں۔ رفع ذکر (آوازہ بلند) کی ایک فرد یہ بھی ہے کہ منکرین و معاندین میں جو چوٹی کے سردار و اکابر ہیں ان تک کو آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف ہے۔

(تفسیر ماجدی ص ۱۲۰۰)

مودودی صاحب لکھتے ہیں

پھر تیسرے مرحلے کا افتتاح خلافت راشدہ کے دور سے ہوا جب آپ کا نام مبارک

تمام روئے زمین میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ یہ سلسلہ آج تک بڑھتا ہی جا رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک بڑھتا چلا جائے گا۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی کوئی بستی موجود ہو۔ اور دن میں پانچ مرتبہ اذان میں با آواز بلند محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔ نمازوں میں حضور پر درود نہ بھیجا جا رہا ہو۔ جمعہ کے خطبوں میں آپ کا ذکر خیر نہ کیا جا رہا ہے اور سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی دن اور دن کے ۲۴ گھنٹوں میں سے کوئی وقت ایسا نہیں ہے جب روئے زمین میں کسی نہ کسی جگہ حضور کا ذکر مبارک نہ ہو رہا ہو۔ یہ قرآن کی صداقت کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے کہ جس وقت نبوت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ورفعنالک ذکرک اس وقت کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ یہ رفع ذکر اس شان سے اور اتنے بڑے پیمانے پر ہو گا۔ حدیث میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفع ذکر کیا؟ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔" (ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلیٰ، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابو نعیم) بعد کی پوری تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ یہ بات حرف بحرف پوری ہوئی۔

(تفہیم القرآن ج ٦ ص ۳۸۱-۳۸۲)

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں آپ ﷺ کا رفع ذکر اس طرح ہوا کہ آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ کی شہرت زمین اور آسمانوں میں پھیلی، آپ کا نام نامی اسم گرامی عرش پر لکھا گیا۔ شہادت اور تشہد میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپکا بھی ذکر ہوتا ہے۔ آپ کا ذکر خداوند قدوس نے پہلی کتابوں میں فرمایا آفاق میں آپ کا چرچا پھیلا۔ آپ پر ہی نبوت ختم ہوئی۔ خطبوں میں، اذان میں، کتابوں کی ابتداء اور انتہاء میں آپ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ملا دیا۔

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ، ومن یطع اللہ ورسولہ، اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔

اللہ تعالیٰ جہاں دیگر انبیاء کو نام لیکر یاموسیٰ، یاعیسیٰ کہہ کر خطاب فرماتا ہے وہیں آپ کو رسول اور نبی کے مقدس القاب یاایہا الرسول، یاایہا النبی کہہ کر پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یاد کو قلوب میں اس طرح جاگزیں کر دیا ہے کہ وہ آپ کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں اور یہی ارشاد ربانی سیجعل لہم الرحمن ودا (رب رحمن ان کیلئے محبت پیدا فرمادے گا) کا معنی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میں جہان کو تیرے پیروکاروں سے بھر دوں گا۔ وہ سب تیری تعریف کریں گے۔ تیرے اوپر درود پڑھیں گے۔ تیری سنتوں کی حفاظت کریں گے۔ بلکہ کوئی فرض نماز ایسی نہیں جس میں سنت بھی ساتھ نہ ہو۔ فرائض میں وہ میرے حکم کی اتباع کریں گے تو سنن میں تیرے امر کی۔ میں نے تیری اطاعت کو اپنی اطاعت اور تیری بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ، ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ

سلاطین تیرے پیروکاروں کو ناپسند نہ کریں گے۔ بلکہ جاہل سے جاہل بادشاہ کو بھی یہ جرات نہ ہوگی کہ تیرے قبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ میں سے کسی کا تقرر بحیثیت خلیفہ کر سکے۔ قراء تیرے منشور کے الفاظ کو حفظ کریں گے اور مفسرین تیرے فرقان کے معنوں کی تفسیر کریں گے واعظین تیرے ہی وعظ کو آگے پہنچائیں گے۔ بلکہ علماء اور سلاطین تیری بارگاہ میں پہنچیں گے اور دروازہ سے پیچھے ہی تجھ پر سلام عرض کریں گے۔ تیرے روضہ کی خاک اقدس کو اپنے چہرہ پر ملیں گے، اور تیری شفاعت کی امید رکھیں گے۔ قیامت تک تیری بزرگی قدرومنزلت باقی رہے گی۔

(تفسیر کبیر ۳۲ص ۵-۶ مطبوعہ ایران)

مخالفین کی تفاسیر اور امام اہلسنت فخرالدین رازی کی عقیدت بھری تحریر کا ترجمہ پڑھ

کر تو آپ کو یقین ہو گیا ہو گا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

ہم آج بھی فرقہ وھابیہ کے پیروکاروں سے گذارش کریں گے کہ ابھی وقت ہے عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹانے والی باتوں سے توبہ کریں اور ہمارے ساتھ مل کر اللہ کے پیارے محبوب علیہ السلام کی عظمت کے ڈنکے بجائیں تاکہ قبر و حشر میں رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین کی شفاعت کے حقدار ہو سکیں۔

عقیدہ نمبر ۴:۔ امام الوھابیہ نے انبیاء، اولیاء کی عظمت ختم کرنے کیلئے ایک اور عجیب عقیدہ پیش کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔"

(تقویۃ الایمان ص ۲۵)

یعنی چمار کی پھر بھی کچھ نہ کچھ عزت ہے لیکن انبیاء و اولیاء۔۔۔۔

استغفراللہ العظیم۔۔۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اسی بات کو ایک اور جگہ یوں لکھا "اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء، اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔"

(تقویۃ الایمان ص ۵۳)

یعنی ذرہ ناچیز کا تو پھر بھی کوئی نہ کوئی مقام ہے لیکن انبیاء و اولیاء اس ذرہ ناچیز سے بھی گئے گذرے ہیں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

الرحم الرحمٰن اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقہ سے ایسے گندے عقیدہ سے ہمیں محفوظ رکھنا۔

(نوٹ) اس عبارت پر تفصیلی بحث باب نمبر ۲ میں گذر چکی ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔

عقیدہ نمبر ۵:۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وھابی عقائد کی بنیاد محبوبان خدا کی توہین و تنقیص پر رکھی گئی ہے۔ اور اس مقصد کیلئے وہ بددیانتی کی تمام حدیں بھی توڑ دیتے ہیں۔

اس کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

امام الوھابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک حدیث نقل کر کے ایک انتہائی مضحکہ خیز نتیجہ، عقیدہ پیش کیا ہے۔ پہلے دہلوی جی کی نقل کردہ حدیث اور اسپر دہلوی جی کا پیش کردہ نتیجہ ملاحظہ ہو اور بعد میں اس پر ہمارا تبصرہ

اخرج فی شرح السنة عن حذیفة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقولوا ماشاء اللہ وشاء محمد و قولوا ماشاء اللہ وحدہ

ترجمہ:۔ مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ شرح السنۃ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط۔

ف۔ یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملایئے۔ گو کتنا ہی بڑا ہو۔ اور کیسا ہی مقرب مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا۔ کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم ادب آرام باغ کراچی)

یہی حدیث اب مشکوٰۃ سے ملاحظہ ہو اور وہابیہ کی بددیانتی دیکھ کر اندازہ فرمایئے کہ توہین

اور تنقیص کا مادہ ان کے دل و دماغ میں کس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا۔

عن حذیفة عن النبی صلی الله علیہ وسلم قال لا تقولوا ماشاء الله وشاء فلاں ولکن قولوا ماشاءالله ثم شاء فلاں رواہ احمد و ابوداؤد وفی روایة منقطعاً قال لاتقولوا ماشاءالله و شاء محمد و قولوا ماشاء الله وحدہ رواہ فی شرح السنة۔

(مشکوۃ شریف ص۴۸۔۴۹۔ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس طرح نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں شخص چاہے بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے اور پھر فلاں چاہے۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں بطریق انقطاع آیا ہے کہ آپ نے فرمایا یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ جو صرف اللہ چاہے اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔

اگر مولوی اسماعیل دہلوی مشکوۃ کی یہ پوری عبارت نقل کرتا تو یہی نتیجہ نکلتا کہ خداوند قدوس کی مشیت حقیقی ہے، ذاتی ہے اور محبوبان خدا کی مشیت خداوند قدوس کی مشیت کے تابع ہے۔ اس لئے ایسا لفظ نہیں بولنا چاہیئے جس سے خداوند قدوس اور محبوبان خدا کی مشیت میں مساوات کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

لیکن ستیاناس ہو وہابیانہ گندی ذہنیت کا کہ مشکوۃ کے وہ الفاظ جو کہ سنداً صحیح تھے اور محبوبان خدا کی بالتبع مشیت کو واضح کر رہے تھے۔ ان کو شیر مادر کی طرح ہضم کر کے منقطع اور ضعیف روایت نقل کر کے نبی اکرم ﷺ کی بالتبع مشیت کا بھی انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

اسی گندی ذہنیت کو چند صفحات قبل یوں بیان کیا

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

(تقویۃ الایمان ص ۴۳ مطبوعہ میر محمد کراچی)

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

آیئے اب کتاب و سنت کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔ محبوب اکرم ﷺ پر خداوند قدوس کی بخشش اور عطاء ملاحظہ فرمایئے کہ "رسول کے چاہنے سے کیا کچھ ہو جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ تحویل قبلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنو لینک قبلة ترضها۔

(پارہ دوم سورہ البقرة۔ آیت نمبر۱۴۴)

ترجمہ:۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف۔ تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ تحویل قبلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی رضا اور خوشنودی کو پیش نظر رکھا ہے۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ الضحیٰ میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت و شان کا اظہار فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ولسوف یعطیک ربک فترضی۔

(پارہ ۳۰۔ سورۃ الضحیٰ آیت ۵)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے پچھلی آیت کریمہ میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو عطا فرما دی گئیں۔ اور اس آیت میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ خلاصہ یہی ہے۔

خدا چاہتا ہے رضا محمد ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلا قول اللہ تعالیٰ فی ابراھیم رب انھن اضللن کثیراً من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم الایۃ وقال عیسیٰ علیہ السلام ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ فرفع یدیہ وقال اللھم امتی امتی وبکی فقال اللہ عزوجل یاجبریل اذھب الیٰ محمد وربک اعلم فسلہ مایبکیک فاتاہ جبریل علیہ السلام فسالہ فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قال وھواُ علم وقال اللہ عزوجل یا جبریل اذھب الیٰ محمد فقل اناسنرضیک فی امتک ولا نسوٗک۔

(مسلم شریف ج۱ ص۱۳۳۔ اصح المطابع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔)

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی۔

رب انھن اضللن کثیراً من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم

اے میرے رب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جو شخص میرا پیرو کار ہوگا وہ میرے راستے پر ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے

ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم

اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور فرمایا "میری

امت کو بخش دے۔" "میری امت کو بخش دے۔" پھر حضور ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا اے جبریل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے۔ اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ لہذا اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

ما اری ربک الا یسارع فی ھواک

(بخاری شریف ج۲ ص۶-۷۔ نور محمد۔ اصح المطابع آرام باغ کراچی)

مسلم شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں

واللہ ماأری ربک الا یسارع لک فی ھواک۔

(مسلم شریف ج۱ ص۴۷۳۔ نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی)

ترجمہ:۔ مجھے اللہ کی قسم ہے یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بڑی جلدی فرماتا ہے۔

معلوم ہوا

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی

اور میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنی ماں کو دعوت دی تو میری ماں نے جواب میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق وہ وہ باتیں کیں جو مجھے بڑی بری لگیں تو میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں روتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ ابوہیرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے تو آپ ﷺ نے دعا مانگی

اللھم اھد ام ابی ھریرہ

اے اللہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرمائے۔ حضرت ابوہریرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی یہ دعائے ہدایت سن کر خوش خوش گھر کی طرف چلا۔ دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ میری ماں نے میرے قدموں کی آواز سنی تو کہا اے ابوہریرہ اپنی جگہ پر ٹھہر، اور میں پانی کے گرنے کی آواز سن رہا تھا۔ میری ماں نے غسل کیا۔ کپڑے پہنے، دروازہ کھولا پھر کہا ابوہریرہ

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہ و رسولہ

میں یہ سن کر خوشی سے روتا ہوا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اللہ کی تعریف کی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۵ باب فی المعجزات)

مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ "یہ حدیث بھی معجزہ ہے کہ فوراً آپ کی دعا قبول ہو گئی۔ صاحب مصابیح نے اس حدیث کو مختصر کر دیا ہے اور اس کے بعد اتنا اور زیادہ ہے۔ "میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے کہ میری اور میری ماں کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دے۔ اور ماں کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی یعنی ابوہریرہ اور ان کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور مومنوں کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔ پھر کوئی مومن ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے میرے کو سنا

ہوا یا دیکھا ہو مگر محبت رکھی اس نے مجھ سے انتہی صاحب مشکوٰۃ نے اس کو ترک کیا ہے وجہ نہیں معلوم حالانکہ اس ٹکڑے کو بھی معجزات کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ جیسی آپ نے دعا فرمائی ویسا ہی ہوا۔

(شرح مشکوٰۃ شریف مولوی اسماعیل سلفی ج۴ ص۳۵۶)

نوٹ:۔ محولہ بالا حدیث پاک مسلم شریف جلد دوم کے صفحہ نمبر ۳۰۱ پر بھی مکمل طور پر موجود ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ "رسول کے چاہنے سے خداوند قدوس دلوں کی حالتیں بھی تبدیل فرما دیتا ہے۔"

صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

قال اصابت الناس سنة على عهد النبى صلى الله عليه وسلم فبينا النبى صلى الله عليه وسلم يخطب فى يوم جمعة قام اعرابى فقال يا رسول الله هلك المال وجاع العيال فادع الله لنا فرفع يديه وما نرى فى السماء قزعة فوالذى نفسى بيده ما وضعها حتى ثارالسحاب امثال الجبال ثم لم ينزل عن منبره حتى رايت المطر يتحادر على لحيته فمطرنا يومنا ذلك ومن الغد ومن بعد الغد والذين يليه حتى الجمعة الاخرى فقام ذلك الاعرابى اوغيره فقال يا رسول الله لتهدم البناء وغرق المال فادع الله لنا فرفع يديه فقال اللهم حوالينا ولا علينا فما يشير بيده الى ناحية من السحاب الا انفرجت وصارت المدينة مثل الجوبته وسال الوادى قناة شهراً ولم يجى احدمن ناحية الاحدث بالجود۔

(بخاری شریف ج۱ ص۱۲۷۔ باب الاستسقى فى الخطبته يوم الجمعته۔

نوز محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

ترجمہ:۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگوں پر قحط پڑا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مال ہلاک ہو گیا اور اہل و عیال بھوکے رہ گئے۔ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرمایئے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور ہم آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے تھے۔ تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آپ ابھی دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل امڈ آئے اور آپ ﷺ ابھی منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے کہ میں نے آپ کی ریش مبارک پر بارش کے قطرے ٹپکتے دیکھے۔ غرض کہ اس سارے دن بارش برستی رہی۔ پھر اس کے بعد والے دن بھی۔ پھر اس کے بعد والے دن۔ پھر اس کے بعد والے دن۔ پھر اس بعد والے دن یہاں تک کہ دوسرا جمعہ آ گیا۔ وہی اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گھر گر گئے۔ مال غرق ہو گیا اب تو اللہ سے ہمارے لئے دعا فرما دیجئے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ پھر نبی کریم ﷺ بادل کے جس کونے کی طرف اشارہ فرماتے ادھر سے بادل ہٹ جاتا اور مدینہ شریف گویا ایک گول دائرہ بن گیا اور قنات کا نالہ ایک مہینہ بھر تک برابر بہتا رہا۔ اور جو بھی باہر سے آیا اس نے یہی بتایا کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔

ثابت ہوا۔ رسول ﷺ کے چاہنے سے اہل مدینہ کو قحط سے نجات مل گئی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لا عطین هذه الرایة غداً رجلاً یفتح اللہ علی یدیه یحب اللہ ورسوله ویحبه اللہ ورسوله قال فبات الناس یدوکون لیلتهم ایهم یعطاها فلما اصبح الناس غدوا

على رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم يرجون ان يعطاها فقال اين على ابن ابى طالب فقالوا هو يارسول الله يشتكى عينيه قال فارسلوا اليه فاتى به فبصق رسول الله صلى الله عليه وسلم فى عينيه ودعاله فبرا حتى كان لم يكن به وجع فاعطاه الراية۔

(بخاری شریف ج۲ ص۶۰۵ باب غزوہ خیبر۔ نور محمد۔ اصح المطابع۔ کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ۔ کراچی)

ترجمہ:۔ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح کرادے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ساری رات لوگ کھسر پھسر کرتے رہے کہ دیکھیئے جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب لوگ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کا خیال تھا کہ شاید جھنڈا مجھ کو ملے آپ نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ان کی تو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ان کو بلاؤ۔ کچھ لوگ حضرت علی مرتضیٰ کو لیکر حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کیلئے دعا فرمائی۔ پھر تو وہ ایسے تندرست ہو گئے جیسے ان کی آنکھیں کبھی دکھی ہی نہ تھیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا عطا فرمایا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا اس موقع پر فوراً شفایاب ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ

خدا چاہتا ہے رضا محمد ﷺ

نبی اکرم ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو قریش مکہ نے آپ ﷺ سے اس سفر معراج کی کوئی نشانی طلب کی۔ مولوی اشرف علی تھانوی اس نشانی کی متعلق حدیث

نقل کرتے ہیں۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی۔ جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ نے بیان فرمایا تھا آ گئے۔

(نشر الطیب ص ۸۶۔ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ پاکستان۔ نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔ لبنان)

مجمع الزوائد میں ہے

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرالشمس فتا خرت ساعة من نهار رواه الطبرانی فی الاوسط واسناده حسن۔

(مجمع الزوائد ج۸ ص۲۹۹۔ مطبوعہ مؤسستہ المعارف بیروت لبنان)

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا تو وہ دن کی ایک پوری ساعت متاخر ہو گیا اس حدیث کو حافظ طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا سے سورج اپنے مقررہ وقت سے کافی تاخیر سے غروب ہوا اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سورج پر بھی حکومت عطا فرمائی تھی اور سورج نبی اکرم ﷺ کے حکم سے چلتا تھا۔

ثابت ہوا کہ امام الوھابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ عقیدہ پیش کرنا کہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" بالکل غلط، خودساختہ اور قرآن و سنت سے متصادم ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

ن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظھر بالصھباء ثم ارسل علیا علیہ السلام فی حاجۃ فرجع وقد صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم العصر فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم راسہ فی حجر علی فلم یحرکہ حتی غابت الشمس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم ان عبدک علیا احتبس بنفسہ علی نبیک فرد علیہ شرقھا۔ قالت اسماء فطلعت الشمس حتی وقعت علی الجبال وعلی الارض ثم قام علی فتوضأ وصلی العصر ثم غابت وذلک فی الصھباء۔

(مشکل الاثار للامام ابی جعفر الطحاوی ج۲ ص۹ مطبوعہ دار صادر۔ بیروت)

ترجمہ:۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر حضرت علی المرتضی کو کسی کام کیلئے بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز ادا فرما چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر انور حضرت علی کی گود میں رکھ دیا۔ تو حضرت علی نے اپنی گود کو حرکت تک نہ دی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے عرض کی۔ اے اللہ بے شک تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو تیرے نبی کیلئے روک رکھا تھا۔ تو اس کیلئے سورج واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ پھر سورج نکلا یہاں تک کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے وضو فرمایا اور نماز عصر ادا کی۔ پھر سورج غروب ہوا اور یہ واقعہ مقام صہباء کا ہے۔

امام طحاوی نے اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بھی نقل کیا ہے اس میں دعا کے الفاظ یہ ہیں

اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس۔

(مشکل الاثار للامام ابی جعفر الطحاوی۔ ج۲ ص۹ مطبوعہ دارصادر۔ بیروت)

ترجمہ:۔ اے اللہ بے شک علی تیری عبادت میں تھا اور تیرے رسول کی اطاعت کر رہا تھا۔ پس اس پر سورج واپس فرما۔

معلوم ہوا رسول اللہ کے چاہنے سے ڈوبا ہوا سورج بھی واپس آگیا۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

(نوٹ) بعض لوگوں نے اس واقعہ "ردشمس" کا انکار کیا ہے۔ سیدی و ابی فقیہہ عصر استاد العلماء حضرت علامہ مفتی ابو سعید محمد امین صاحب مدظلہ نے اس پر ایک بہترین رسالہ "ردشمس" ہی کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ نہایت قیمتی علمی خزانہ ہے ناظرین ضرور اس کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کے متعلق ہم امام طحاوی کا ارشاد نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں

قال ابو جعفر وکل هذه الاحادیث من علامات النبوة وقد حکی علی ابن عبدالرحمٰن بن المغیره عن احمد بن صالح انه کان یقول لاینبغی لمن کان سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء الذی روی لنا عنه لانه من اجل علامات النبوة۔

(مشکل الاثار للامام ابی جعفر الطحاوی ج۲ ص۱۱۔ مطبوعہ دارصادر۔ بیروت)

ترجمہ:۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث علامات نبوت سے ہیں اور علی بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ، احمد بن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی کو علم سے کچھ بھی مس ہے اس کیلئے اس حدیث سے اعراض قطعاً مناسب نہیں ہے اس لئے کہ یہ حدیث نبوت کی بہت بڑی علامت ہے۔

عقیدہ نمبر ۶: رسول کو غیب کی کیا خبر

امام الوہابیہ نے مشکوٰۃ شریف باب الاسامی کی جس ضعیف حدیث پر اپنے باطل عقیدہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" کی بنیاد رکھی۔ اسی حدیث کی توضیح میں یہ باطل عقیدہ بھی پیش کر دیا۔

"یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہو گی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ رسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔"

(تقویۃ الایمان ص ۵۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر یہ کہا جاتا کہ نبی اکرم ﷺ کا علم نہ تو خدا جیسا ہے نہ ہی خدا جتنا ہے تو درست ہوتا۔ کیونکہ خداوند قدوس کا سارا علم ذاتی ہے اسے ایک ذرہ کا بھی عطائی علم نہیں ہے کیونکہ وہ خود بخود ہر چیز کو جانتا ہے کوئی اسے عطا کرنے والا نہیں ہے۔ جب کہ نبی اکرم ﷺ کا سارا علم عطائی ہے ایک ذرہ کا بھی ذاتی علم نبی اکرم ﷺ کو نہیں ہے۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کی عطاء اور بخشش کے بغیر آپ ﷺ کو نہ تو کسی ذرہ کا علم حاصل ہے اور نہ ہی قوت و اختیار۔ لیکن یہ کہنا کہ "رسول کو غیب کی کیا خبر"

در حقیقت سرور کائنات ﷺ کی نبوت کا انکار ہے اس لئے کہ جبریل علیہ السلام بھی "غیب" ہیں اور نزول وحی بھی۔

اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ "رسول کو غیب کی کیا خبر" وہ در حقیقت یہ دعویٰ کرتا

ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو نہ تو جبریل کی خبر ہے اور نہ ہی وحی کی۔

مسئلہ علم غیب پر تفصیلی بحث تو ہم انشاءاللہ العزیز باب العقائد یعنی باب نمبر ۴ میں کریں گے سردست مندرجہ ذیل آیات کریمہ پر غور فرمایئے۔

۱۔ وما هو على الغيب بضنين۔

(پ ۳۰ التکویر ۲۴)

ترجمہ:۔ اور وہ علم غیب پر بخیل نہیں۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۷۰۹)

غیر مقلدوں کے ایک عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں

(وماهو) ای محمد صلی الله علیه وسلم (علی الغیب) یعنی خبر السماء وما اطلع علیه مما کان غائبا علمه عن اهل مکة۔

(تفسیر فتح القدیر ج۵ ص۳۹۲)

ترجمہ: یعنی محمد کریم ﷺ غیب پر یعنی آسمانی خبروں پر اور جو چیزیں کہ والوں کے علم سے غائب تھیں اور آپ ﷺ کو ان پر مطلع کیا گیا (بخیل نہیں ہیں)

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے"۔

(تفسیر عثمانی ص ۷۶۴)

۲۔ ماکان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسوله من یشاء۔

(پ ۴ آل عمران ۱۷۹)

ترجمہ: اور اللہ کو منظور نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلا دے ہاں خدا اپنے رسولوں کو اطلاع کیلئے چن لیتا ہے۔ (ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۸۷)

اسی کی تشریح میں امرتسری صاحب لکھتے ہیں

اللہ کو منظور نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلادے کہ فلاں شخص تم میں منافق ہے اور فلاں شخص ضعیف الایمان ہے حال خدا اپنے رسولوں کو اس اطلاع کیلئے چن لیا کرتا ہے سو ان کو بتلا دیتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے فلاں تمہارا دشمن ہے۔

(تفسیر ثنائی ص ۸۷)

۲۔ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً۔ الا من ارتضی، من رسول۔

(پ۲۹ الجن۲۵۔۲۶)

ترجمہ:۔ وہ عالم الغیب ہے وہ خدا اپنے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر انبیائے کرام میں سے جس رسول کو پسند کرتا ہے اطلاع دیتا ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۶۹۲)

عقیدہ نمبر۸:۔ امام الوھابیہ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں

"سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے۔"

(تقویۃ الایمان ص ۳۴۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

قرآن و سنت کی صریح نصوص سے متصادم نظریہ آپ نے امام الوھابیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمایا۔ اسی لئے نجدی ٹولہ جگہ جگہ توحید کے نام پر یہی تقریر سنا رہا ہے کہ اللہ کی عطا سے بھی نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اللہ کے علاوہ کسی میں تصرف ماننا شرک ہے۔

انبیاء و اولیاء کے اختیارات اور ان سے استمداد انشاء اللہ العزیز تفصیلاً تو ہم باب نمبر ۴ میں بیان کریں گے سردست چند ابتدائی باتیں ذہن نشین فرمائیں۔

گر امام الوہابیہ یہ کہتا کہ اللہ کی عطاء اور بخشش کے بغیر نہ تو کوئی چیز نفع دے سکتی ہے اور نہ ہی نقصان۔ اور نہ ہی اس کے اذن کے بغیر کوئی تصرف کر سکتا ہے۔ تو یہ بات درست اور حق ہوتی۔ لیکن علی الاطلاق یہ کہنا کہ "اگر کوئی کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے گو اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے تب بھی مشرک ہو جاتا ہے۔" بالکل غلط اور کتاب و سنت سے متصادم ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نمبر ا:۔ حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جیل میں اپنے دو ساتھیوں کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی کہ ان میں سے ایک بری ہو جائے گا اور دوسرا پھانسی پا جائے گا تو انہوں نے کہا جناب ہمیں تو کوئی خواب آیا ہی نہیں۔ یہ خواب تو ہم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

قضی الامر الذی فیہ تستفتیان۔

(پ۱۲ یوسف ۴۱)

ترجمہ:۔ جس کام کی تم تحقیق چاہتے تھے اس کا فیصلہ کر دیا گیا۔

اس کی تفسیر میں غیر مقلد عالم سید احمد حسن محدث دہلوی لکھتے ہیں

"مصنف ابن ابی شیبہ، تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جب نان بائی کے سولی چڑھائے جانے کی تعبیر بیان کی تو ساقی اور نان بائی دونوں اپنے خوابوں کے منکر ہو گئے اسی کا جواب یوسف علیہ السلام نے

یہ دیا قضی الامر الذی فیہ تستفتیان جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خواب تم دونوں نے بیان کر کے ان کی تعبیر پوچھی تھی اب جب ان کی تعبیر بیان کی جا چکی تو اس کے موافق ظہور ضرور ہوگا۔ اب خواب کے انکار کرنے سے وہ تعبیر ٹل نہیں سکتی۔"

(احسن التفاسیر ج ۳ ص ۱۶۶)

معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ کی عطا ہے یہ تصرف حاصل تھا کہ ادھر ان کی زبان سے خواب کی تعبیر نکلی ادھر وہ اللہ کی تقدیر بن گئی۔

نمبر ۲:۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو آپ کے پیچھے سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر قوم کے سامنے بطور معبود پیش کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے واپس آکر سامری کو یہ سزا سنائی۔

فاذھب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لامساس۔

(پ ۱۶ طہ ۹۷)

ترجمہ: تو چلا جا۔ بے شک تیری یہی سزا ہے کہ تو پوری زندگی یہی کہتا رہے گا کہ (مجھے) ہاتھ نہ لگانا۔

اسی کی تفسیر میں مشہور معاند مولوی غلام اللہ خاں لکھتا ہے

"سامری کو دنیا میں اپنے کینئے کی یہ سزا ملی کہ جب بھی کوئی شخص اس کے قریب جاتا تو دونوں کو تپ چڑھ جاتا اس لئے وہ لوگوں سے کہتا کہ مجھ سے دور رہو۔

(جواہر القرآن ج ۲ ص ۷۰۴)

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۵۵

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند قدوس کے اذن اور عطا سے کائنات

میں اتنا تصرف ضرور حاصل تھا کہ ادھر ان کے منہ سے لفظ لاساس نکلا ادھر سامری عذاب میں مبتلا ہو گیا۔

نمبر ۳:۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا

فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب۔ والشیطین کل بناء وغواص۔ واخرین مقرنین فی الاصفاد۔ ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب۔ وان لہ عندنا لزلفی وحسن ماب۔

(پ۲۳۔ ص۳۶ تا ۴۰)

ترجمہ:۔ پس ہم نے ہوا کو اس کا تابع کر دیا۔ جہاں پر وہ جانا چاہتا اس کے حکم سے ہوا آسانی کے ساتھ چلتی اور جتنے جن معمار اور غوطہ زن تھے ہم نے اس کے تابع کر دیئے۔ اور کئی ایک کو قابو کر رکھا تھا جو قیدوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری دین ہے پس تو بے حساب احسان کر دیا روک رکھ۔ اس کا ہمارے پاس بڑا مرتبہ تھا اور اچھی شان۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص۵۴۵ و ص۵۴۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر تصرف عطا فرمایا تھا اور ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ پڑھیئے پھر مولوی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ شرک پڑھیئے تو آپ کا بال بال گواہی دے گا کہ وھابیت کی بنیاد محبوبان خدا کی تنقیص و توھین پر قائم ہے۔

جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کے قلم سے حق تعالیٰ نے جو سچ بات لکھوادی ہے پڑھیئے اور اہل سنت کی حقانیت کی داد دیجئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

تاہم اگر ہوا پر حضرت سلیمان کو حکم چلانے کا بھی کوئی اقتدار دیا گیا ہو جیسا کہ تجری

بامرہ (اس کے حکم سے چلتی تھی) کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے تو یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ وہ اپنی مملکت کا آپ مالک ہے اپنے جس بندے کو جو اختیارات چاہے دے سکتا ہے۔ جب وہ خود کسی کو کوئی اختیار دے تو ہمارا دل دکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۷۷)

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے بلقیس کے تخت لانے کا مطالبہ کیا تو

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ فلمارآہ مستقراً عندہ قال ھذا من فضل ربی۔

(پ۱۹ النحل ۴۰)

ترجمہ:۔ ایک شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اس کو حضور کے سامنے لا سکتا ہوں۔ پس جب اس نے اپنے سامنے اس کو موجود دیکھا تو کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۴۵۴)

اسی کی توضیح میں ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

ایک شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا یعنی وہ کتابی تعلیمات کا عالم تھا جس کی وجہ سے اس کو ایسے امور پر قدرت تھی وہ بولا کہ حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اس تخت کو حضور کے سامنے لا سکتا ہوں یعنی بہت جلد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اس کام پر مامور فرمایا پس جب سلیمان علیہ السلام نے اپنے سامنے اس کو موجود دیکھا تو کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے کہ ایسے لائق آدمی میرے ماتحت ہیں۔

(تفسیر ثنائی ص ۴۵۴)

وھابی ٹولہ کو مولوی ثناء اللہ امرتسری کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کرنا چاہیئے کہ اگر کتابی تعلیمات کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت کو اتنے بڑے تخت کے لانے پر قدرت تھی تو خود صاحب کتاب نبی کو اللہ تعالیٰ کتنی قدرتیں اور کتنے تصرفات عطا فرمائے ہوں گے۔

۵۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے اذن سے اندھوں کو بینا کرنے کوڑھیوں کو شفایاب کرنے، مٹی کے پرندوں کو پھونک مار کر سچ مچ کا پرندہ بنا دینے اور مردوں کو زندہ کر دینے کا تصرف حاصل تھا۔ قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے اس تصرف کے متعلق خود اپنا اعلان ملاحظہ ہو۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیرفانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ وابرئ الا کمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ۔

(پارہ نمبر۳۔ آل عمران آیت نمبر۴۹)

ترجمہ:۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی مانند صورت بنا دیتا ہوں۔ پھر اس میں دم کر دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور مبروص کو اچھا کر دیتا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔

۶۔ خداوند قدوس نے کچھ حضرات کے متعلق قسم یوں بیان فرمائی۔

فالمد برات امراً۔

(پ۳۰ النازعات۵)

ترجمہ:۔ پھر ہر کام کا انتظام کرنے والوں کی قسم ہر کام کا انتظام اور تدبیر کرنے والے کون ہیں جن کی قسم رب العزت بیان فرماتا ہے۔ ان کے متعلق قاضی شوکانی غیر مقلد تحریر کرتے

ہیں

قال القشیری۔ اجمعوا علی ان المرادھنا الملائکۃ۔ وقال الماوردی۔ فیہ قولان احدھما الملائکۃ وھو قول الجمھور۔ والثانی الکواکب السبع۔

(تفسیر فتح القدیر ج۵ ص۳۷۲)

قشیری کہتے ہیں کہ اس بات پر مفسرین کا اجماع ہے کہ "مدبرات امر" سے مراد فرشتے ہیں ماوردی کہتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں۔ (۱)ان سے مراد ملائکہ ہے۔ (۲)ان سے مراد سات ستارے ہیں۔

امام رازی، علامہ آلوسی، امام غزالی، قاضی بیضاوی، علامہ اسماعیل حقی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیرھم کے نزدیک مدبرات امر سے مراد "اولیاء کرام کی روحیں" ہیں۔ (مفصل بحث باب نمبر ۴ میں مذکور ہو گی) بہرحال مدبرات امر سے مراد ملائکہ ہوں یا کواکب سبع یا ارواح اولیاء ہیں تو یہ سب مخلوق۔ ان کا کائنات میں تصرف باذنہ تعالیٰ ثابت ہو رہا ہے۔



زیر نگرانی

فقیہ عصر حضرت مولانا علامہ مفتی

محمد امین صاحب

مدظلہ العالی

اسلامی علوم کا معیاری ادارہ

جامعہ امینیہ رضویہ

فیصل آباد

قیام و طعام ادارہ

داخلہ

نئے تعلیمی سال کا آغاز

۳ مئی ۱۹۹۳ء سے ہوگا

خصوصیات

شریعت مطہرہ کی پابندی

حفظ مع التجوید

پرائمری پاس طلباء کو درس نظامی کیساتھ ساتھ

میٹرک۔ ایف اے۔ بی اے

ایم اے۔ فاضل عربی

اور تنظیم المدارس کے امتحانات کی تیاری

کروائی جاتی ہے

طلباء کی اخلاقی تربیت جامعہ کا بنیادی اصول ہے

جامعہ کا اعزاز

فیصل آباد بورڈ کے میٹرک کے امتحانات منعقدہ ۱۹۹۱ء میں جامعہ کے طالب علم حافظ محمد عتیق الرحمان نے ۷۲۰ نمبر حاصل کر کے پورے بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی جب کہ حافظ محمد انعام اللہ نے ۶۸۱ نمبر حاصل کر کے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ موصوف نے انگریزی میں ۱۴۹/۱۵۰ نمبر حاصل کئے

منجانب: ناظم اعلیٰ جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد

زیر نگرانی

فقیہ عصر حضرت مولانا علامہ مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی

اسلامی علوم کا معیاری ادارہ

جامعہ امینیہ رضویہ

فیصل آباد

قیام و طعام بذمہ ادارہ

داخلہ

نئے تعلیمی سال کا آغاز

۳ مئی ۱۹۹۳ء سے ہوگا

خصوصیات

شریعت مطہرہ کی پابندی

حفظ مع التجوید

پرائمری پاس طلباء کو درس نظامی کیساتھ ساتھ

میٹرک - ایف اے - بی اے

ایم اے - فاضل عربی

اور تنظیم المدارس کے امتحانات کی تیاری

کروائی جاتی ہے

طلباء کی اخلاقی تربیت جامعہ کا بنیادی اصول ہے

جامعہ کا اعزاز

فیصل آباد بورڈ کے میٹرک کے امتحانات منعقدہ ۱۹۹۱ء میں جامعہ کے طالب علم حافظ محمد عتیق الرحمان نے ۷۲۰ نمبر حاصل کر کے پورے بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی جب کہ حافظ محمد انعام اللہ نے ۶۸۱ نمبر حاصل کر کے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ موصوف نے انگریزی میں ۱۵۰/۱۳۹ نمبر حاصل کیے

منجانب: ناظم اعلیٰ جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد

وہابیت و بریلویت

محمد سعید احمد اسعد

ناشر:- پاکستان سنی اتحاد
مرکزی دفتر:- جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد فون ۶۱۱۴۹۴